غنا کیوں حرام ہے؟

اس لئے کہ

صرف اللہ غنی ہے

مگر دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ

یقیناً جھوٹے ہیں اس لئے کہ

قرآن اور حدیث کی رُو سے غِنا

قرآن، قصائد، قوّالی، مرثیہ اور

نوحہ خوانی سے مخصوص ہے

یا یہ کہ

اللہ اور اھلِؑ اللہ

کے لئے خاص ہے

الفقیہ الحکیم السید محمد احسؔن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

محرم الحرام ۱۳۹۶ھ

غنا کیوں حرام ہے؟

اس لئے کہ

صرف اللہ غنی ہے

مگر دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث کی رُو سے غِنا قرآن، قصائد، قوالی، مرثیہ، نوحہ خوانی سے مخصوص ہے۔

یا یہ کہ

اللہ اور اہلؑ اللہ کے لئے خاص ہے

محمد احسن عفی عنہ

محرم الحرام ۱۳۹۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبرشمار	ذیلی نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
		دُشمنانِ مُحمّدؐ وَ آلِ مُحمّدؐ کا ایک اور حربہ یعنی غنا؟	
(1)		لفظ غنا کے معنی میں فریب	3
(2)		غنا کی بنیاد اور مقدس معنی	4
(3)		قرآن اور حدیث میں غنا کے معنی	6
(4)		علما کی قلیل تعداد کے دلائل یا مغالطات	9
(5)		غِنا کے متعلق مخالف علما کے بیانات	10
	(الف)	غنا گانے بجانے کو کہتے ہیں۔شریعت میں غنا کی حرمت مُسلّمہ ہے۔	11
	(ب)	غنا کی حرمت تسلیم شدہ ہے اس میں اختلاف نہیں ہے۔	11
	(ج)	غنا بلا اختلاف حرام ہے۔مسلسل بطور سُنّت اور اجماع کے حرام رہا ہے۔	11
	(د)	تینوں بیانات سمیٹ کر دیکھیں	11
(6)		مخالفین نہیں جانتے کہ غِنآء کیا ہے؟	14
		ڈھکو صاحب غنا کی تعریف میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔	14
	(4)	اُستاد الفقہا الکرام صاحب جواہر نے مجلد متاجواہر میں لکھا ہے۔	16
		حُداخوانی،عروسی میں گانے اور مجالس میں مرثیہ پرڈھکو کا سامان	18
	(ا)	حُداخوانی کے جائز ہونے پر کوئی حدیث اور کوئی دلیل موجود نہیں	18
		یوسف صاحب کا حال یاد رکھیں کہ	19
		حداخوانی پر دوسرا گواہ	19
		استاد المجتہدین کا حال بھی یاد رکھیں کہ:	20
		حُداخوانی پر ڈھکو کا حال نوٹ کرلیں اور پوری بحث کا نتیجہ سن لیں	20
	(2)	۔عروسی یعنی شادی کے موقع پر گانے بجانے پر ڈھکو اینڈ پارٹی	21
		ڈھکو پر نظرِ مسلسل کی ضرورت	22
		ڈھکو پر دوسری نظر ڈالیں	23

	ڈھکو پر تیسری نظر	24
	ڈھکو پر چوتھی نظر	26
(3)	ڈھکو کا بیان جاری ہے	26
	ڈھکو پر ایک اور نظر	27
	شیخ انصاری کی شہرت والی بات کیا ہے؟	28
	ڈھکو کو ڈھکو کے قلم سے اصولِ شہرت پر غلط کار ثابت کر دیں	29
	اب ڈھکو کو اُن مسلمہ قانونِ منطق سے بھی پیٹ دو۔ فرمایا تھا کہ	30
	زیرِ قلم بیانات پر مذہبی نظر اور ڈھکوی اسکیم فی النار والسقر	31
	مُحبانِ اہلبیتؑ اور عزادارانِ حسینؑ دل تھام کر سُنیں	33
	حضرتِ سیدؑ الشھدا کے مرثیوں میں غنا کے جواز کی حقیقت	34
	ڈھکو نے دو جھوٹ بولے اور علما کی توہین کی ہے	34
(2)	مسلسل ڈھکوی بیان:	42
	ڈھکو نے سچ کی آڑ میں بیٹھ کر فریب دیا ہے۔	43
	قارئین ڈھکوی مجتہدین کو چیلنج کر دیں۔	43
	رہ گیا حرام اور حلال؟	44
	رہ گئی بدعت و احداث؟	44
(3)	مرثیوں کو غنا کے ساتھ پڑھنا مسجد میں زنا کے برابر ہے	45
(4)	شیعوں کے گھروں سے غنا (زنا) کی آوازیں	46
(5)	ڈھکو صاحب کے بزرگ کی زبانی آپ بیتی کہانی	47
	پہلے جناب ڈھکو کی پریشانیاں	48
	ڈھکو کے شیخ پر ہمارا بیان سنیں۔ اور ڈھکو سے داد لیں	50
	شھوت رانی کے چند مجتہدانہ اور قدیم طریقے	53
(6)	خیال اور تفکر کی راہ سے کنواری دوشیزہ لڑکیوں سے لطف اندوزی	53
	جس زمانہ میں ڈھکو خود پٹاخہ تھا	54
	مجتہد مفکرین کے ماہرانہ جملے کی توجیہات	55

	عزاداریِ امامؑ مظلوم میں کون کون سی رسومات جائز ہیں؟	58
	(18 بزرگ ترین علما(رح) کا 51 سال سے فتویٰ)	58
	بصرہ اور اردگرد کے شہروں کے باشندوں کے نام	59
	علامہ سرکار کے بیان پر دوسری نظر	65
	(حصہ دوم)	71
	غنا کیوں حرام ہے؟	
	چند مسلمات جو نظر انداز کردئے جاتے ہیں	71
	سرکاری محاذ یا نظامِ اجتہاد کیا چاہتا تھا؟	73
	آیات اور احادیث کو سمجھنے کے لئے تخریب کاروں پر نظر رکھیں (علیؑ)	81
	ملت شیعہ اور آئمہؑ کے صحابہ میں مجتہدانہ ذہنیت	84
(1)	امام محمدؑ باقر مجتہدانہ ذہنیت سے تعارف کراتے ہیں	85
(3)	مجتہد ذہنیت شیعہ نقاب میں منکر امامت رہتی ہے	88
(4)	صرف ایک مجتہد اتنا خطرناک ہوسکتا ہے تو مجتہدین کی قوم؟	94
(5)	اب یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے:	94
(6)	شیعہ عوام نے مجتہد کی تقلید تو کی تھی مگر وہ کبھی اُن کی بدعقیدگی کا شکار نہیں ہوئے	97
	حدیث کو سمجھنے اور اختیار کرنے میں ہمارا اور مجتہد کا طریقہ	100
(1)	حدیث قبول کرنے میں قرآن کو معیار کیوں بنایا گیا ہے؟	101

دُشمنانِ مُحمَّدؐ وَآلِ مُحمَّدؐ کاایک اورحربہ یعنی غنا؟

قرآن کریم اور احادیثِ معصومینؑ کی رُو سے ہزاروں چیزیں حرام ہیں۔ شراب حرام ہے، زنا حرام ہے، سؤر حرام ہے، غیبت حرام ہے، چغلیاں کھانا حرام ہے، رشوت حرام ہے، داڑھی مُنڈانا حرام ہے۔ الغرض اگر تمام حرام چیزوں کا ذکر کروں تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی۔ مگر سوچنا یہ ہے کہ جو چیزیں حرام ہیں اُن میں سے کون کون سی ایسی چیزیں ہیں جن پر علما حضرات نے سب سے زیادہ زور دیا اور جن کو ہر وقت اپنے سامنے رکھا اور تشریحات وتفصیلات پر سب سے زیادہ کتابیں لکھیں؟ یہ سوال دراصل اہل علم یعنی علما سے کرنے کا ہے اور ہم درحقیقت اس کتاب میں علما ہی کو مخاطب کر رہے ہیں اور بلا خوفِ تردید یہ بتاتے ہیں کہ علمائے اسلام کی کثرت نے غنا کے حرام ہونے پر ہر حرام سے زیادہ زور دیا۔ سب سے زیادہ اُسی پر کتابیں لکھیں۔ اس کے بعد یہ سوچنا ہے کہ مسلمانوں نے علما کے خلاف کون کون سی حرام چیزوں پر کھل کر بے دریغ عمل کیا؟ اور ذرہ برابر علما کی کثرت اور شدت کی پرواہ نہ کی؟ اس سوال کے جواب میں نہایت اطمینان سے غنا کہہ دینا مکمل جواب ہے۔ اب یہ سوچئے کہ کیا آپ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جو مسلمان ہوں، جو مسلمانوں کے ملک میں، مسلمان حکومت کی رعایا ہوں وہ بلا شرمائے، بلا جھجک کسی حرام پر عمل کرتے ہوں، نہ علما سے ڈرتے ہوں، نہ حکومت کی پرواہ کرتے ہوں؟ پھر وہی ایک جواب ہے کہ غنا کے معاملہ میں تمام علما ناکام ہوگئے ہیں۔ پھر یہ سوچئے کہ علما کا بیان کیا ہوا، وہ کون کون سا حرام ہے جس پر لوگ عوام وخواص ثواب سمجھ کر عمل کرتے ہوں؟ پھر کہہ ڈالئے کہ غنا ہی وہ حرام ہے اور اب یہ دریافت کیجئے کہ علما کا بتایا ہوا وہ

کون کون سا حرام ہے جس پر بعض بڑے بڑے علما اور صاحبانِ کرامات و معجزات بھی عمل کرتے رہے ہوں؟

سنو اور غنا کو حرام کہنے والوں کو سناؤ کہ مسلمانوں کی ہر زمانہ کی عظیم کثرت ان کی مخالف رہی ہے۔ اس مخالفت میں اُمت کے پارسا اور متقی حضرات بھی شامل رہے ہیں اور ایسا کوئی اور حرام نہیں ہے جس پر اس شدت سے اور ایسی عقیدت سے عمل ہوا ہو۔ لہٰذا اس عملی صورت حال سے غنا کا اگر جواز ثابت نہیں ہوتا تو اس کا حرام ہونا یقیناً مشکوک ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی اُن تمام علما کی کھلی شکست ثابت ہو جاتی ہے جنہوں نے ہزاروں حرامکاریوں کو نظر انداز کر کے صرف غنا کو بند کرانے پر اپنی عمریں ضائع کر دیں اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ جس جذبہ اور قوت نے ایسی شدید مخالفت کے باوجود غنا کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ روز افزوں ترقی ہوتی چلی گئی یقیناً وہ جذبہ اور قوت فطری تھی اور بلاشک و شبہ حرام کہنے والوں کی کوشش فطرت کے ساتھ ایک ناجائز مقابلہ تھا۔ جس میں فطرت سے جنگ کرنے والوں کو جلی کٹی زبان سے یہ اعتراف کرنا پڑا اور اُن کے منہ سے اُن کی پوشیدہ غرض و غایت بھی نکل گئی۔ سنئے ایک تھکا ہوا عالم لکھتا ہے کہ:

''آج کل مدعیان تشیع و وِلا کے گھروں سے بجائے قرآن خوانی کی آواز کے گانے بجانے کی آوازیں تو بلند ہوتی ہی تھیں۔ لیکن ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ آج جو مجالس عزا اُن ہی سید الشہداء کے نامِ نامی واسمِ گرامی کے ساتھ معنون کر کے برپا کی جاتی ہیں اُن میں بلاتحاشہ غنا کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور یہ بھی نہیں کہ اُسے گناہ سمجھ کر عمل میں لایا جاتا ہے بلکہ اُلٹا اُسے موجبِ تقربِ خدا اور باعثِ خوشنودیٔ رسولؐ و آئمہؑ ھُدیٰ سمجھا

جاتا ہے۔"(ماہنامہ المبلغ فروری 1964 صفحہ 12)

قارئین غور فرمائیں کہ جو کچھ ہم نے لکھا وہ شیعہ لیبل کے ایک مجتہد علامہ محمد حسین ڈھکو کی بات سے صحیح ثابت ہوگیا۔مزید یہ پتہ بھی لگ گیا کہ غنا کی حرمت کا دن رات ڈھنڈورا پیٹنے والوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ جس طرح ہو سکے مرثیہ خوانی اور نوحہ خوانی کو بند کرا سکیں تا کہ عزاداریِ امام حسین علیہ السلام شاعرانہ اندازِ فکر اور دل میں اُتر جانے والے اسلوب سے لوگوں کو مُسخر نہ کر سکے اور اُن کے بزرگوں اور اوّلین دشمنانِ مُحمّدؐ وآلِ محمدؐ کا راز نہ کھل سکے۔اور جب یہ پتہ لگ گیا کہ غنا کی آڑ میں یہ گروہ عزاداری کو ہلکا کرنا چاہتا ہے تو مزید غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ قوالی کو اس لئے بند کرانا چاہتے ہیں کہ قوالی میں مُحمّدؐ وآلِ مُحمدؐ کے وہ فضائل بیان ہو جاتے ہیں جو اُن علما کے نزدیک بڑے خطرناک ہیں۔یعنی قوالی وہ ذریعہ ہے جس کے وسیلے سے اہلبیتؑ اُن کے بزرگوں سے بڑھا دیئے جاتے ہیں۔یہی دونوں چیزیں تھیں جن کو روکنے کے لئے حکومت کے نگہبان علما نے غنا کے حرام ہونے کا حربہ استعمال کیا تھا۔لہٰذا وہ تمام علما جو مرثیہ خوانی، نوحہ خوانی اور قرآن خوانی میں بھی غنا کو حرام اور اس طرح مرثیہ خوانی، ونوحہ خوانی اور قرآن پڑھنا ناجائز کہتے رہے ہیں۔وہ دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں ضرور داخل ہیں۔اوّل وہ گروہ جو دشمنانِ مُحمّدؐ و آلِ مُحمدؐ کا طرفدار گروہ ہے یا دوئم وہ گروہ جو مغالطہ میں مبتلا رہا ہے۔اوّل الذکر کو ہم ملعون قرار دیتے ہیں اور ثانی الذکر کو خدا کے حوالے کرتے ہیں۔

(1) لفظ غنا کے معنی میں فریب

یوں تو لُغات اور ڈکشنریوں میں غنا کے معنی (1) گانا،(2) راگ ،

اور(3) الا پنا بھی مل جائیں گے لیکن قرآن کے لئے عربی زبان کو اس لئے تیار اور انتخاب نہیں کیا گیا تھا کہ عرب کی قومی سازش اور دشمن علما اور ماہرین کی کوششوں سے قرآن کے منشا اور مقصد کو مستقلاً اُلٹ دیا جائے۔ لہٰذا یہ تو صحیح ہے کہ صدیوں تک خدا اور رسوؐل کی مخالف حکومتوں اور اُن کے تنخواہ دار علما کی سرتوڑ کوششوں سے اسلام کے پورے ڈھانچہ کو اُلٹ کر پیش کر دیا گیا ہے۔ اور اسی لئے غنا کے معنی گانا اور مولیٰ کے معنی غلام بھی مل جاتے ہیں۔ لیکن اُن دشمنانِ دین کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ عربی زبان کے محسوس ومشہود اور مسلمہ قوانین کا انکار کرسکیں۔ لہٰذا اُن کی پوری سازش کو ہم نے بارہ ہزار صفحات میں کھول کر تباہ کر دیا ہے۔ اور اُسی معصوم قانون کی روشنی میں لفظ غنا پر ڈالے ہوئے پردوں کو سمیٹ کر شیطان کے حوالے کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(2) غنا کی بنیاد اور مقدس معنی

تمام دنیا کے عربی دان اور قواعد کی تمام کتابیں اور سازشین کی اپنی لکھی ہوئی تمام لغات ہماری تصدیق کرتے ہوئے یہ مانیں گی کہ لفظ غنا اسم فعل ہے۔ جیسے لفظ فضل بھی اسم فعل ہے۔ غنا کے معنی بے نیازی ہیں یعنی جو کسی کا محتاج نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کا ایک نام غنی ہے۔ اور حقیقی معنی میں اللہ کے سوا کوئی غنی نہیں ہے اور جو کوئی اللہ کا محتاج ہوتے ہوئے بھی بے نیازی کا اظہار کرے۔ ایسے اعمال میں مصروف ہو جائے جن سے اُس کا اللہ سے بے نیاز و بے پرواہ ہونا ظاہر ہو تو اُسی کو غنا اور حرام فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا ہر وہ قول اور عمل غنا بن جاتا ہے جس میں اللہ کی طرف سے لاپرواہی اور بے نیازی پائی جائے۔ اسی مطلب کو احادیثِ معصومین علیہم السلام میں طرح طرح سے ظاہر فرمایا گیا ہے۔ اور مخالفینِ محمدؐ وآلِ محمدؐ نے بجائے اس ناہنجار جذبہ کے خود

اُن کاموں کو غنا ثابت کرنے کی کوشش جاری رکھی ہے۔ مثلاً عشقیہ جذبات کو زبردست تسلی اور انگیخت ملتی ہے اگر کوئی حسین عورت اپنی دلنواز آواز میں ایسا گانا سنائے جس میں وصال و ہجر و ادا و غمزہ کی تصویر کھنچ جائے۔ یقیناً ایسے عالم میں درد یا مسرت سے لبریز دلوں میں اپنے محبوب کے علاوہ کسی اور کی گنجائش مشکل ہے۔ اللہ و رسوؐل نہیں چاہتے کہ لوگ عملی دنیا اور جائز وسائل کو نظر انداز کر کے یوں مبہوت و مجنوں بننے کا سامان کریں اور محض خیالی نظاروں سے وابستہ رہ کر اللہ کے بتائے ہوئے کامیاب ذرائع کی طرف سے بے نیاز ہو جائیں لہٰذا اُس گانے کو غنا کہنا بہترین اور مقصد سے قریب ترین تعبیر ہے۔ یہ مقصد ہے جو احادیث میں مختلف اور بڑے کارگر انداز میں بیان ہوا ہے۔ ورنہ اگر واقعی و حقیقی غنا حرام ہے تو ساری غنا کا خالق و مالک اللہ غنی ہو کر واقعی و حقیقی حرام کا خالق و مالک کہلائے گا۔ اور ماننا پڑے گا کہ اللہ نے غنا کو پسند کر کے اپنا نام غنی رکھا ہے۔ اور پھر پلٹ کر فعلِ غنا اچھا فعل بن جائے گا اور حرام نہ رہے گا۔ یہاں یہ بات نوٹ کر لیں کہ اللہ کے جتنے نام ہیں وہ سب مقدس الفاظ سے مشتق ہیں۔ کوئی نام بھی ایسا نہیں ہے جس میں معنوی یا صوری (معانی یا صورت کی رو سے) خرابی یا نقص ہو۔ مثلاً اُس کا ایک نام حمید ہے ایک علیم ہے ایک قدیر ہے۔ سوچئے کہ حمد و علم و قدرت سے کوئی بُرا لفظ یا معنی بن سکتے ہیں؟ اب سنئے کہ حمد و علم و قدرت سے لفظ تو کوئی بُرا نہیں بن سکتا نہ بنا ہے ہاں فعل برا ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے مثلاً علم کو گناہ کے لئے استعمال کرنا بُرا اور حرام ہے۔

چنانچہ علم کو فروخت کرنا، علم کے ذریعے سیدھے سادے عوام کو دھوکا دینا حرام ہے۔ یعنی علم کا یہ غلط استعمال حرام ہے۔ پھر سنئے کہ کسی ایسی چیز یا شخص کی حمد و ثنا

اور قصیدہ خوانی کرنا جو اللہ و رسولؐ کو ناپسند ہو بُری بات اور حرام ہے یعنی حمد کو غلط جگہ استعمال کرنا حرام ہے۔ یہی حال قدرت کا ہے ظلم کے یا ظالم کی مدد کے لئے اللہ کی دی ہوئی قدرت کو استعمال کرنا بُری بات اور حرام ہے۔ لیکن اللہ و رسولؐ کے مقاصد کو نافذ کرنے میں قدرت کا استعمال اچھا، قابلِ تحسین اور ثواب ہے۔ یوں ہی اللہ و رسولؐ اور آئمہ معصومینؑ کی حمد و ثنا کرنا اور اپنی پوری علمیت صرف کرنا اور بڑھانا ثواب ہے۔ لیکن جو لوگ علم و حمد و قدرت کو یکسر حرام قرار دے دیں اور اُن تینوں کا بائیکاٹ کرانا چاہیں وہ اُسی قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں جیسے غنا کو یکسر اور مُطلقاً حرام قرار دینے والے دشمنانِ مُحمدؐ و آلِ مُحمّدؐ ہوتے ہیں۔ اور قدرتِ خداوندی اُن خبیثوں کو اُسی طرح ناکام و نامراد کرتی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ لہٰذا جب ہم ایسا انتظام کریں کہ جس کے بعد ہماری تمام توجہات اللہ رسولؐ و آلِ رسولؐ اور اُن کے حالات و احکام میں جذب ہو کر رہ جائیں اور دنیا کی تمام مصروفیات و ضروریات سے مستغنی اور بے نیاز ہو جائیں تو یہ انتظام جس نے ہمیں غنا عطا کی ہے از سرتا پا ثواب ہی ثواب ہوگا۔ مُلا جی کی بے دردی دیکھئے کہ وہ اس انتظام کو حرام اور ہمیں اس حال میں حرام کار کہتا ہے۔ بتایئے ہم اسے کیا کہیں؟

(3) قرآن اور حدیث میں غنا کے معنی

علوم لغات کے ساتھ ساتھ اگر آپ وہ لغات (ڈکشنریاں) بھی دیکھیں جو شیعہ اور سنّی علمانے الفاظ کے معنی کا تعین کرنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث کی مدد سے لکھی ہیں تو آپ کو قرآن کی آیات اور احادیث میں ہمارے معنی و مفاہیم کے حق ہونے پر یقین کامل ہو جائے گا۔ ہم یہاں سینکڑوں آیات میں سے صرف دو

آیات لکھتے ہیں۔ اللہ آنحضرتؐ سے فرماتا ہے کہ:

وَوَجَدَكَ عَائِلاً فَاَغْنٰى (ضحیٰ 93/8) اور ہم نے تمہیں صاحب عیال پایا چنانچہ تمہیں وہ تمام سامان عطا کر دیا جو اہل و عیال کے لئے درکار ہوتا ہے اور اُس طرف سے آپ کو مستغنی و بے نیاز اور بے پرواہ بنا دیا تاکہ اطمینان سے فرائضِ نبوت و رسالت انجام دو۔ کسی نیک دل مولوی سے پوچھیں کہ جناب اللہ نے رسولؐ کو غنا عطا کر کے اچھا کام کیا ہے یا بُرا؟ اور کیا یہاں بھی غنا حرام ہے؟ دوسری جگہ فرمایا کہ:

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۔ (یونس 10/36)

''یقیناً وہم و گمان پر فیصلہ کر لینا حقیقت حال سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔''

یعنی حق سے بہر حال ظن کا تعلق نہیں۔

اسی طرح شیعوں کی سب سے معتبر مذہبی لغت ''مجمع البحرین'' میں جناب حجۃ الاسلام محدث وفقیہ جناب علامہ الشیخ فخر الدین الطریحیؒ متوفی 1058ھ نے غنا کے یہی معنی قرآن کی چھ آیات سے ثابت کئے ہیں۔ پھر تین حدیثوں سے ثابت کیا اور یہ بھی اُن ہی تین حدیثوں میں سے ایک حدیث ہے کہ:

(وفی الخبر: اِنّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِالْحُزْنِ فَاِذَا قَرَائتُمُوْهُ فَاَبْكُوْ فَاِنْ لَمْ تَبْكُوْ اَ فَتَبَاكُوْا وَتَغَنُّوْابِهٖ فَمَنْ لَمْ يَتَغَنْ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا.... قَالَ الشيخ ابو علی (جامع الاخبار صفحہ 49) فی تفسیرہ عند ذکر ھٰذا: تاؤل بعضھم (تغنّوا) بمعنیِ استغنوا بہٖ واکثر العلماءَعلٰی اِنَّهُ تَزْيِيْنُ الصَّوتِ (جلد اوّل صفحہ 321)

''یقیناً قرآن بے چینی کے عالم میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ جب تم اُسے پڑھا کرو تو رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے ایسی حالت بنا لیا کرو اور اُس کیفیت کو حاصل

کرنے کے لئے قُرآن پڑھنے میں غنا کو استعمال کیا کرو۔ چنانچہ جو کوئی قرآن کو غنا کے ساتھ نہ پڑھے وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے۔''

''شیخ ابو علی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ ''بعض علما نے یہ تاویل (مطلب) اختیار کی ہے کہ یہاں قرآن کے ذریعہ سے بے نیازی اختیار کرنا مراد ہے۔ لیکن علما کی کثرت یقین کے ساتھ یہاں غنا کے حکم کے معنی آواز کو سجا کر سنوار کر قرآن پڑھنا سمجھی ہے۔''

قارئین حدیث کے مقصد کو سامنے رکھ کر یہاں غنا کے معنی خود طے کر سکتے ہیں۔

1۔ قرآن بے چینی اور بے قراری (حزن) کے عالم میں نازل ہوا۔ 2۔ یہ بے چینی اور بے قراری مطلوب اور ممدوح ہے۔ 3۔ جس پر قرآن پڑھ کر بے چینی اور بے قراری طاری نہ ہو وہ پسندیدہ آدمی نہیں ہے۔ 4۔ بے چینی اور بے قراری اگر طاری ہو گی تو رقتِ قلب اور رونا بے چینی اور بے قراری کا ثبوت ہو گا اور مطلوب و مقصود حاصل ہو جائے گا۔ ورنہ یہ بتایا گیا کہ رونے ایسی مصنوعی کیفیت پیدا کرو اور قرآن پڑھتے ہوئے غنا کو بروئے کار لاؤ تو فطری رقتِ قلب میں مدد ملے گی۔ اور جو شخص اصلی مقصد کو حاصل کرنے میں بالکل غنا کو استعمال ہی نہ کرے اور مقصد کو ناکام کرنے کے جرم میں اسلام سے خارج ہے اور ہماری تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو 1085 ہجری تک کے علما کی کثرت نے سمجھا اور وہ یہ کہ رقتِ قلب پیدا کرنے کے لئے آواز کو زینت دو یعنی درد انگیز آواز میں تلاوت کرو۔ جہاں اللہ سخت الفاظ میں تنبیہہ کر رہا ہو وہاں الفاظ کو رعب دار تحکمانہ انداز کی آواز میں ادا کرو۔ تا کہ وہ دباؤ اور زور سننے والوں کو دہلا دے اور خوف زدہ کر دے۔ جہاں اللہ کوئی خوشخبری دے رہا ہو وہاں الفاظ

کو طرب و مسرت انگیز آواز میں پڑھوتا کہ آنسوؤں کے ساتھ چہروں پر مسکراہٹیں چھا جائیں۔

(4) علما کی قلیل تعداد کے دلائل یا مغالطات

ہم اب تمام سامان قارئین کے سامنے پیش کریں گے جو مخالف علما نے غِنا کے حرام ثابت کرنے میں صرف کیا ہے۔ اور جب تک اُن کی ہر بات اور ہر دلیل سامنے نہ آجائے گی بیچ میں دخل نہ دیں گے۔ نہ اُن کے گھناؤنے الفاظ کو بدلیں گے۔ نہ ان کی بات کو ہلکا کریں گے۔ چنانچہ یہ قصہ شروع کرنے سے پہلے چند باتیں نوٹ کرلیں۔ اوّل یہ کہ قرآن کریم میں لفظ غِـنَـآءِ کہیں استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ اس لفظ کے مصدر سے نکلنے والے کافی الفاظ طرح طرح سے استعمال ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ بات مُسلّمات میں سے ہے کہ قرآن کی کسی آیت سے غنا کے حرام ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ سارا دارومدار حدیث پر رہتا ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں اور تمام علما یہ مانتے ہیں کہ حدیث اور رسوؐل کا کام یہ ہے کہ وہ قرآن میں جو کچھ ہے اُس کی وضاحت، تفصیل اور عملی صورت پیش کریں اور بس۔ یعنی جن لوگوں یا علما سے بات ہورہی ہے۔ وہ رسول اللہ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کو حقِ تشریع یعنی شریعت سازی کا حق نہیں دیتے لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں (مگر کہیں گے نہیں) کہ جب قرآن میں غِنا حرام نہیں (بلکہ ذکر تک نہیں) تو غِنا ہرگز حرام نہیں ہے۔ ورنہ یہ تسلیم کرو کہ معصومین علیہم السلام کو شریعت سازی کا اختیار ہے۔ بہرحال ایک اور بات جس کو قرآن کے معطل کرنے اور اُس کے بیانات کو تبدیل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ فلاں قاعدہ (یعنی خودساختہ قاعدہ) کی رو سے قرآن کے فلاں لفظ کے ظاہری اور

روزمرہ استعمال میں آنے والے معنی نہیں لئے جائیں گے۔اس لئے کہ اُن معانی سے فُلاں خرابی یا گڑبڑ ہوتی ہے۔ہم کہتے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ مذکورہ خرابی کوملحوظ رکھتے ہوئے اللہ نے وہ فلاں لفظ کیوں نازل نہ کیا؟ کیوں نہ تمہاری طرح محتاط لفظ یا وہ لفظ بولا جو تم اب مناسب سمجھتے ہو؟ یا یہ مانو کہ معاذ اللہ خدا کو عربی زبان اور عربی مفاہیم اور عربوں کے فہم واستعمال کا علم نہ تھا۔لہٰذا ہم اُس وقت تک قرآن میں نازل شدہ لفظ اور اُس کے معنی کو بدلنے کی اجازت نہیں دے سکتے جب تک ایسا کرنے کے لئے دوسری آیت پیش نہ کی جائے گی۔اور آخری بات یہ یاد رکھیں کہ مخالف علما مخالفت میں تو متفق رہتے رہے ہیں۔مگر اُن غریبوں کا اس بات پر اتفاق کبھی نہ ہوا کہ آخر غِنا ہے کیا چیز؟ لہٰذا ہم یہ کہیں گے کہ جناب جب آپ کو یہ یقین نہیں ہے کہ غنا کس فعل کو کہتے ہیں تو آپ کو بلا سمجھے یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ غِنا حرام ہے؟

(5) غِنا کے متعلق مخالف علما کے بیانات

ہمارے نزدیک غنا کا سب سے بڑا مخالف، خود ہمارے مسلک کا ایک زبردست محدث، جناب علامہ یوسف بحرانی ہیں۔اور بعد والے تمام مخالفین نے اُن ہی کی خوشہ چینی کی ہے۔اور اگر اُن کی بحثوں اور دلیلوں کی قلعی کھول دی جائے تو پھر مسئلہِ غنا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے۔اور اس کے بعد مولوی ڈھکو ہوں یا کوئی اور بالکل خالی رہ جاتے ہیں۔اور کوئی نئی بات کہنے کی گنجائش نہیں بچتی ہے۔لیکن ہم علامہ یوسف صاحب کی عالمانہ بحث کو آخر میں لائیں گے۔ پہلے آپ یہ دیکھ لیں کہ غنا کو حرام ثابت کرنے والے علما کا ذہنی توازن کیسا ہوتا ہے۔ وہ اپنے مقاصد کو ثابت کرنے میں کس قدر دیانت سے کام لیتے ہیں؟ آیئے جناب ڈھکو کی بات سُنیئے۔

(الف) غنا گانے بجانے کو کہتے ہیں۔ شریعت میں غنا کی حرمت مُسلّمہ ہے۔

''اگر چہ غِنا (گانے بجانے) کی حرمت شریعتِ مقدسۂِ اسلامیہ میں ایسی مسلمہ ہے کہ اس پر مزید کچھ خامہ فرسائی کی حاجت وضرورت نہیں ہے۔'' (صفحہ 4)

(ب) غنا کی حرمت تسلیم شدہ ہے اس میں اختلاف نہیں ہے۔

''ابتدائے کلام میں بھی عرض کیا جا چکا ہے اور مکرّر عرض کیا جاتا ہے کہ حرمتِ غنا مسلماتِ شریعتِ اسلامیہ میں سے ہے۔ جیسا کہ علمائے اعلام اور فقہائے عظام نے اس امر کی تصریحات فرمائی ہیں۔ چنانچہ صاحبِ حدایق ناضرہ رقمطراز ہیں۔ وَلاخلاف فی حرمته فیما اعلم (صفحہ 20) یعنی جہاں تک مجھے معلوم ہے غنا کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' (صفحہ 5)

(ج) غنا بلا اختلاف حرام ہے۔ مسلسل بطور سُنّت اور اجماع کے حرام رہا ہے

''صاحب جواہر الکلام لکھتے ہیں:

'' بلاخلاف اجده بلِ الاجماع بِقِسْمَیْهِ علیه وَالسُّنة متو اتر ة فیه.... بل یمکنٌ دعوٰی کونه ضروریًّا فِی المذهب ۔(صفحہ 10)۔

یعنی میں اس (غنا) کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں پاتا۔۔۔۔ بلکہ دونوں قسم کا اجماع (محصل ومنقول) اور سنت متواترہ غنا کی حرمت پر قائم ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ کرنا ممکن ہے کہ غنا کی حرمت ضروریاتِ مذہب میں سے ہے۔''

(تمام حوالے ماہنامہ المبلغ فروری 1964 سے دیے جارہے ہیں)

(د) تینوں بیانات سمیٹ کر دیکھیں

قارئین نے دیکھا کہ مولوی ڈھکو اور صاحب حدائقِ ناضرہ اور صاحبِ

جواہر الکلام نے مل کر یہ لکھا اور دعویٰ کیا کہ غنا کو مسلمان علما نے متفقہ طور پر' اجماعی معیار پر بلا کسی اختلاف کے ہمیشہ مسلسل حرام رکھا ہے اور غنا کو حرام ماننا ضروریاتِ مذہب میں ہے۔ اب علامہ صاحب اور اُن کے دونوں بلکہ تمام حرام کہنے والے ساتھیوں کا جھوٹا ہونا بھی اُن ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمالیں۔ لکھتے ہیں کہ:

(1)''مشہور بین الفقہا یہ ہے کہ حرمتِ غنا میں فی الجملہ استثنا واقع ہوا ہے۔''(صفحہ 10 المبلغ)

سوچئے کہ تمام مجتہدین اور محدثین اور مفتی حضرات میں جو چیز مشہور اور تسلیم شدہ ہے وہ غنا کا حرام ہونا نہیں۔ بلکہ یہ مشہور و معلوم و مسلمہ ہے کہ غنا بعض صورتوں میں جائز اور حلال ہے۔ اور سنئے:

(2)''جو علما استثنا و تخصیص کے قائل ہیں اُن میں خود اختلاف ہے کہ غنا کے کس قدر رفرد مستثنیٰ ہیں؟ مشہور دو صورتیں ہیں۔(1) حُدا ءخوانی (2) عروسی کے موقع پر عورتوں کا گانا (3) اور بعض لوگوں نے مراثیِ حضرت سید الشہداء کو حرمت سے خارج کیا ہے۔''(صفحہ 10)

لیجئے ان حضرات کی مسلمہ حرمت کا ستیاناس ہوگیا۔ اور اجماع وغیرہ کی باتیں بکواس بن کر رہ گئیں۔ اور معلوم یہ ہوا کہ کچھ علما غنا کو ہر حال اور ہر صورت میں حرام نہیں مانتے بلکہ بعض صورت میں حلال اور بعض حالات میں حرام کہتے ہیں۔ اب حلال ماننے والوں میں اگر حالات میں اختلاف ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ حرام کہنے والے جھوٹ اور فریب کے ذریعہ سے غنا کو ہر حال میں حرام کہتے ہیں اور ہر حال میں حرام ہونا نہ فقہا میں مشہور ہے اور نہ فقہا کو معلوم ہے۔ لہٰذا ڈھکو اینڈ کمپنی کا کذب و فریب ثابت ہوگیا۔

یہاں ڈھکو صاحب کی یہ بات بھی نوٹ کر لیں کہ انہوں نے حُدا خوانی اور عروسی میں غنا کو حلال کہنے والوں کو تو علما کہا ہے لیکن غمِ حسینؑ میں مرثیہ کو غنا کے ساتھ پڑھنے کو جائز قرار دینے والوں کو علما نہیں بلکہ لوگوں لکھا ہے۔ اور ملاحظہ ہو:

(3) ''اکثر کتبِ فقہیہ میں اونٹوں کے لئے گانے کو جائز لکھا ہے'' اور فرمایا کہ:

(4) ''عروسی کے موقع پر گانے کی استثنا اور تخصیص کی شہرت اونٹوں کے ساتھ گانے کی شہرت سے بھی زیادہ ہے۔ اور فقہائے کرام کے کلام میں اس گانے یا غنا کا جائز ہونا موجود ہے۔'' (صفحہ 11)

ڈھکو ہی نہیں بلکہ ہر مجرم اور ہر مدعی کی وہ باتیں قابلِ قبول نہیں ہوتیں جو اُس کے حق میں ہوں۔ البتہ وہ تمام باتیں بلا گواہی اور ثبوت کے عدالت میں مقبول ہیں جو مجرم یا مدعی اپنے خلاف اپنی زبان سے کہے یا اپنے قلم سے لکھے۔ چنانچہ ڈھکو صاحب نے مان لیا اور اپنے قلم سے لکھ دیا کہ:

اوّل۔ فقہا نے غنا بعض صورتوں میں جائز لکھا ہے۔ لہٰذا غنا جائز ہے۔

دوم۔ فقہا میں غنا ہر صورت میں کبھی حرام مشہور نہیں رہا ہے لہٰذا غنا حرام نہیں ہے۔

سوم۔ فقہا کی کتابوں میں حُدا اور شادی میں گانا جائز لکھا ہوا ہے لہٰذا ہوتا ہے۔

چہارم۔ فقہا نے مرثیوں کو غنا سے پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ لہٰذا مرثیہ جاری ہے۔

پنجم۔ اکثر فقہا اور اکثر کتابیں غنا کے جواز میں ہیں۔ لہٰذا مرثیہ خوانی، نوحہ خوانی، قرآن خوانی، قصیدہ خوانی اور قوالی و عروسی میں غنا جائز رہتا چلا آیا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کی کثرت اور اُمت کے بزرگ اور مقدس و متقی حضرات نے اس پر مسلسل عمل کیا اور چند گھسے پٹے ڈھکو ٹائپ کے ملانٹوں کی کبھی پرواہ نہیں کی ہے۔ رہ گئے

ڈھکو کے وہ بیانات جن سے اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہیں وہ اس کے سوا کیا کہیں گے کہ:

1۔وہ حدیثیں غلط ہیں جن میں غنا جائز ہے۔

2۔وہ فقہا جاہل تھے جنہوں نے غنا کو جائز کہا۔ان میں پہلی بات بقول ڈھکو کفر ہے۔ دوسری بات جہالت وحماقت وخباثت ہے اور جو کچھ بھی ہے وہ مدعی کا اپنا قول ہے۔اپنے حق میں ہے لہٰذا مردود و نامقبول ہے۔

(6) مخالفین نہیں جانتے کہ غِنَآء کیا ہے؟

قارئین نے جناب ڈھکو کے پہلے بیان سے آخری بیان تک یہ دیکھا کہ ڈھکو صاحب ''غِنَاء'' گانے بجانے کو کہتے ہیں۔مگر وہ اور اُن کے ہم مذہب لوگ اور ان کے راہنما 1964ء تک غنا کی صحیح تعریف اور تعین نہ کر سکے۔

ڈھکو صاحب غنا کی تعریف میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔

ڈھکو صاحب فرماتے ہیں کہ:

(1) غنا کی تعریف میں اہلِ علم کے درمیاں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔(صفحہ 4)

یعنی جب 1964ء تک فقہا یا اہلِ علم متفق نہ ہو سکے کہ غنا کیا ہے؟ تو اب ڈھکو سے نہ سب اگلے پچھلے اہلِ علم ملیں گے نہ ڈھکو پر ایمان لائیں گے نہ غنا پر اتفاق ہوگا۔لہٰذا ڈھکو مع اپنے مقاصد کے ناکام و نامراد رہیں گے۔اور سنئے:

(2) ''اکثر فقہائے کرام کے نزدیک غنا کے یہ معنی مشہور ہیں:

''هُوَ مَدُّالصَّوْتِ الْمُشْتَمِل عَلَى الْتَرْجِيع المطرب''

(ڈھکو کا ترجمہ دیکھیں)

''غنا یہ ہے کہ ایسی آواز کو جو طرب (خوشی یا غمی) اور ترجیع (گرگری) پر مشتمل ہو دراز

کیا جائے۔ بنابرایں تعریف ''غِنا'' اُس وقت متحقق ہوگا جب اس میں یہ دونوں شرطیں موجود ہوں۔(1) طرب آور ہو(2) ترجیع پر مشتمل ہو۔'' لہٰذا اگر کسی آواز میں یہ دونوں چیزیں نہ پائی جائیں یا اُن میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو غنا متحقق نہ ہوگا'' (صفحہ 4) لہٰذا اس تعریف سے بچ نکلنے کی ترکیب سوچنا ضروری ہوگیا۔

فی الحال ہم اس تعریف پر اپنے اعتراضات کو محفوظ رکھ کر صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ تعریف کرنے والے فقہائے کرام بقول ڈھکو کثیر تعداد میں ہیں۔اور چونکہ فقہا ہیں اور بظاہر باقی تمام تعریفوں یا بکواس سے بہتر تعریف کرنے کے قابل ہیں لہٰذا جاہل نہیں بلکہ یہ محققین اور فقہائے مدققین کی کثرت کی تعریف ہے۔لہٰذا اس تعریف پر اعتراض وہی کرسکتا ہے جو تحقیق اور تدقیق اور علما وفقہا کی کثرت کو اس لئے نظر انداز کردے کہ وہ کسی فریب سازی کی فکر میں ہے۔ چنانچہ ڈھکو کی بات سنیں اور انہیں وہی ٹھکانہ بتادیں۔وہ کہتے ہیں کہ:

(3) ''لیکن علمائے محققین وفقہائے مدققین نے اس تعریف سے عدول واعراض (انکارورو گردانی) کرکے غنا کے معلوم کرنے کا معیار ومیزان عرفِ اھل خبرہ (گانے بجانے والے لوگوں) کو قرار دیا ہے۔'' (صفحہ 4) یعنی ڈوم اور ڈومنیاں جو کہہ دیں وہ ہی حقیقی بات ہوگی۔

قارئین صرف اس قدر نوٹ کرلیں کہ جناب ڈھکو نے آگے چل کر اپنی تائید میں اپنی قسم کے پانچ منکرین ومخالفین کے نام لکھے ہیں۔اور بلاکسی ثبوت کے اُن پانچوں کو اُس پوری عالم کثرت کے مقابلہ میں قابلِ قبول بتایا ہے۔اور قانونِ عدل کی رو سے وہ ڈھکو کے جانبدار ہونے کی بنا پر مردود ونامقبول ہیں۔اور چونکہ انہیں اور کوئی

تعریف بیان کرنا نہیں آتی اور گانے بجانے والے ڈوم اور ہیجڑے اُن کے راہنما ہوں گے لہٰذا وہ جاہل لوگ ہیں۔ اور تحقیق و تدقیق میں جہلا کو مددگار بنانا دراصل تحقیق و تدقیق کی توہین ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ڈھکو نے بھی گانے کو کسی میراثی سے سیکھ کر غنا قرار دیا ہے۔ اور یہ سوال ڈھکو کی ساری بحثیں پڑھنے کے بعد بھی نا قابلِ حل رہے گا کہ ڈھکو نے غنا میں گانے کے ساتھ بجانے کو کہاں سے، کس تعریف کی رو سے اور کیوں اور کیسے داخل کیا تھا (دیکھو صفحہ 4)؟ اور سنئے اُستاد کی بات ہے:

(4) اُستادالفقہا الکرام صاحب جواہر نے مجلد متاجواہر میں لکھا ہے۔

وَ التحقیق الرجوع فی موضوعه الی العرف الصحیح (صفحہ 11)

تحقیق یہ ہے کہ غنا کا مفہوم معین کرنے کیلئے عرف صحیح کیطرف رجوع کیا جائے۔'' (صفحہ 5-4)

یہاں استاد صاحب کے قلم سے بھی ثابت کر دیا کہ ڈھکو اور اُن کے اُوستاد یہ فیصلہ کرنے پر نہ تو قدرت رکھتے ہیں اور نہ اُنہیں شریعت نے یہ اختیار دیا کہ وہ یہ سمجھیں یا بتاتے پھریں کہ غنا کیا ہوتا ہے؟ اُن کا کام حرام وحلال کا فتویٰ دینا ہے۔ مزید تحقیق وتصدیق سنئے:

(5) ''شریعت مقدسہ کا کام احکام بیان کرنا ہے کہ فلاں چیز واجب ہے اور فلاں حرام ہے نہ کہ موضوعات کی تشخیص وتعین کرنا۔ یہ کام عرف وعادت پر محول وموکول ہوتا ہے۔ بنا برایں ہر وہ آواز جسے عرفِ خاص یعنی گانے والے غنا قرار دیں وہ غنا ہے۔'' (صفحہ 5)

اس بیان سے مکرر ثابت ہوا کہ شریعت، شارعؑ اور شریعت کو بیان کرنے والا نبیؐ، امامؑ اور مجتہد یہ نہیں جانتے کہ غنا یا زنا یا کذب یا صلوٰۃ وزکوٰۃ کیا ہیں؟ کن چیزوں کو کس

صورت میں غنا یا زنا یا کذب یا صلوٰۃ وزکوٰۃ کہتے ہیں۔ اگر ڈھکو اینڈ کمپنی کے یہ بیانات صحیح ہیں؟ تو دوسوال پیدا ہوتے ہیں:

اوّل یہ کہ جب تمہیں معلوم نہیں تو تم نے یہ کس طرح یہ تعین کر دیا کہ مرثیہ میں غنا ہوتا ہے اور مرثیہ حرام ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ گانے والوں یا مراثیوں اور ڈوموں نے بتایا ہے تو دوسوال اور پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ تمہیں کس ذریعہ سے یقین ہوا کہ انہوں نے جھوٹ نہیں بولا؟ اور واقعی مرثیہ میں غنا ہوتا ہے۔ دوسرا سوال یہ کہ گانے والوں کی شہادت سے کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دینے کے لئے کس آیت یا حدیث میں اجازت یا حکم ہے؟ حالانکہ تمہارے نزدیک گانے والے حرام کار فاسق ہوتے ہیں اور فاسق پر اعتبار کرنا منع ہے۔ (حجرات 49/6)

دوم یہ کہ: یہ کون سی آیت یا حدیث میں لکھا ہے کہ شریعت میں شارع یا شریعت بیان کرنے والے کو یہ معلوم کرنے اور جاننے کی ضرورت نہیں کہ غنا کیا ہوتا ہے اور زنا کسے کہتے ہیں؟

یہاں قارئین یہ نوٹ کرتے جائیں کہ یہ لوگ اپنی گفتگو کے اسّی فیصد حصہ میں قرآن اور اور حدیث کا قطعًا تذکرہ نہیں کرتے اور صرف علمائے محققین اور فقہائے مدققین اور بڑے بڑے علمائے اعلام اور علمائے ربانی اور استاد المجتہدین وغیرہ کے رعب دار الفاظ اور بکواس کو دلیل بناتے چلے جاتے ہیں اور ہم کسی غیر معصوم کی بات یا فیصلہ کو دین کا حکم نہیں مانتے اور خود کو ڈھکو اور ڈھکو کے استاد المجتہدین سے کم نہیں سمجھتے لہٰذا وہ حرام کہتے ہیں تو ہم حلال کہتے ہیں۔ لہٰذا صرف یہ کہنا اور کہتے چلے جانا ہی دلیل ہے تو ہمارا کہنا کیوں دلیل نہ ہوگا؟ حالانکہ ہم جو کہتے ہیں اس پر آیات واحادیث سند

لاتے ہیں اور ڈھکو اینڈ کمپنی تو خود اپنے فیصلوں اور اقوال کے خلاف لکھتے چلے جاتے ہیں۔ دیکھئے عرفِ عام یا ڈوموں کو مختار بنا کر اُن کا اختیار چھینتے ہیں اور ان پر یہ پابندی لگاتے ہیں کہ:

(6) ''خواہ اُس آواز میں ترجیع (گِرگری) ہو خواہ نہ ہو۔ اسی طرح خواہ طرب آور ہو یا نہ ہو۔'' (صفحہ 5) یعنی مراثیوں اور ڈوموں سے کہا جا رہا ہے کہ ہر سادہ آواز کو بھی فی الحال غنا کہہ دیا کرو۔ ذرا سوچئے کہ جس آواز میں کوئی پیچ و تاب نہیں۔ اس میں خوشی یا غمی سے کوئی تعلق نہیں اُسے بھی غنا فرمایا جا رہا ہے۔ ایک اور شرط سنیں:

(7) ''غنا از قسم صوت اور کیفیت آواز ہے۔ اس میں مواد الفاظ کا کوئی دخل نہیں۔'' (صفحہ 5)

پھر سوچئے کہ ایک ایسی آواز ہے جس میں نہ الفاظ ہیں نہ پیچ و تاب ہے نہ اس سے غمی پیدا ہوتی ہے نہ خوشی سے متعلق ہے وہ غنا کیسے ہوگی؟ اور پھر کوئی آواز غنا سے کیسے محفوظ رہے۔ مختصر یہ ہے کہ غنا کو حرام کہنے والوں نے عقل کو جلاب لے کر دماغ سے نکال دیا ہے۔ لہٰذا اُن سے کسی عقلی بات کی اُمید بھی بے عقلی ہے۔

حُدا خوانی، عروسی میں گانے اور مجالس میں مرثیہ پر ڈھکو کا سامان

اس عنوان میں آپ یہ دیکھیں گے کہ ڈھکو صاحب اور اُن کے بزرگ کھل کر جھوٹ بولیں گے۔ حدیث کا انکار اور مخالفت کریں گے۔ اور خود اپنے مسلمہ قوانین سے روگردانی کرتے جائیں گے لہٰذا پہلے حُدا خوانی پر اُن کی باتیں سُنئے:

(1) حُدا خوانی کے جائز ہونے پر کوئی حدیث اور کوئی دلیل موجود نہیں

پہلا گواہ ''بڑے بڑے محققین علمائے اعلام نے حدا خوانی پر دلیل نہ ہونے کا اقرار و

اعتراف کیا ہے۔ جیسا کہ عالمِ ربانی فاضلِ صمدانی الشیخ یوسف البحرانی حدائق فاخرہ میں رقمطراز ہیں۔ وَلَمْ اَقِفُ فِی الْاَخْبَارِ لَهُ الدَّلِیْل. کہ احادیثِ آلؑ رسولؐ میں میں حداخوانی کے جائز ہونے کی کسی دلیل پر مطلع نہ ہوسکا۔ پھر مقدس اردبیلی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کَانَّہ ظَنّ ان ذکر الاصحاب له لایکون الاعن دلیل والا فالدلیل لَمْ نَقِفُ علیه ولم یذکره هو ولا احدغیره (صفحہ 23) گویا جناب نے گمان فرمایا ہے کہ اصحاب کا یہ استثنا کسی نہ کسی دلیل پر ہی ہوگا۔ ورنہ جہاں تک دلیل کا تعلق ہے نہ ہم اُس پر آگاہ ہوسکے اور نہ ہی خود جناب مقدس اردبیلی نے اور نہ ہی کس اور عالم نے ذکر کی ہے۔'' (المبلغ ایضاً صفحہ 10، 11)

یوسف صاحب کا حال یادرکھیں کہ

1۔ اُن کو حداخوانی پر کوئی حدیث نہیں ملی۔ لہٰذا اس کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔

2۔ کسی اور عالم نے بھی حداخوانی پر کوئی حدیث نہیں لکھی۔ لہٰذا حلال ثابت ہے۔

3۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے حداخوانی کو حرام نہیں سمجھا تھا۔

لہٰذا ہمیں یوسف وڈھکو کے مقابلہ میں صحابہ کا طریقہ اختیار کرنا لازم ہے۔

حداخوانی پر دوسرا گواہ

ڈھکو صاحب بتاتے ہیں کہ ''اسی طرح استاد المجتہدین جناب محقق انصاری مکاسب میں رقمطراز ہیں کہ فلم اَجد ما یصلح الاستثناء به مع تواتر الاخبار بالتحریم (صفحہ 40) میں نے کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جو حداخوانی کے استثنا کے قابل ہو۔ باوجودیکہ حرمتِ غنا پر اخبار متواترہ موجود ہیں۔ بعد ازاں ایک عامی روایت نقل کرکے فرماتے ہیں کہ وفی سنده ودلالته مالا یخفی . صفحہ 40۔ یعنی

اس حدیث کی سند اور دلالت میں جو خرابی پائی جاتی ہے وہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔" (ایضا المبلغ صفحہ 11)

استاد المجتہدین کا حال بھی یاد رکھیں کہ:

1۔ حُدا خوانی کے جواز میں جو اُن کو حدیث تو ملی مگر وہ گول مول حرمت والی حدیثوں کی برابری نہیں کرتی لہٰذا علامہ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہے۔ مگر حدا خوانی کے حرام ہونے پر ان کو بھی کوئی حدیث نہیں ملی۔ لہٰذا جواز کے لئے یہی کافی ہے۔

2۔ جو حدیث علامہ کو ملی اُس کی کوئی خرابی نہ لکھ کر حدیث کے صحیح اور اپنے غلط ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ لہٰذا حُدا خوانی کا جواز قولِ معصومؑ سے ثابت ہے۔

حُدا خوانی پر ڈھکو کا حال نوٹ کرلیں اور پوری بحث کا نتیجہ سن لیں

1۔ پہلے گواہ نے اپنی تحریر میں آلِ رسولؐ نہیں لکھا۔ ڈھکو نے بددیانتی سے اضافہ کیا ہے

2۔ دوسرے گواہ نے نہیں لکھا کہ جو حدیث حدا خوانی کے جواز میں ملی تھی وہ عامی یعنی سنّی حدیث تھی مگر ڈھکو صاحب نے معصومؑ کی حدیث کو بھی سنّی بنا دیا ہے۔

3۔ ڈھکو صاحب نے بددیانتی سے دوسرے گواہ کے بیان میں اہل بصیرت کی ترکیب کا اضافہ کیا ہے۔

4۔ پہلا گواہ حدا خوانی کے جواز میں حدیث کا انکار کر کے اگر کاذب نہیں تو جاہل ضرور ہے۔

5۔ دونوں گواہوں کو حدا خوانی کے خلاف کوئی حدیث نہیں ملی۔

6۔ صحابہؓ کا عمل درآمد یہ تھا کہ حدا خوانی جائز ہے۔ لہٰذا کوئی اہل بصیرت حدا خوانی کو حرام نہیں سمجھ سکتا۔ لہٰذا ہر حیثیت سے حدا خوانی جائز اور دونوں گواہ متعصب اور غلط کار۔

7۔ یہ کہنا کہ غنا کے حرام ہونے والی احادیث بہت زیادہ تعداد میں اور بہت مضبوط سند میں موجود ہیں۔ صحیح ہے۔ مگر چونکہ مسٹر ڈھکواور اُن کے دونوں گواہ یہ نہیں جانتے اور نہ جاننا ضروری سمجھتے ہیں کہ غنا کیا ہے؟ غنا کی تعریف کیا ہے؟ غنا کسے کہتے ہیں؟ لہٰذا حُدا خوانی، مرثیہ خوانی نوحہ اور قرآن خوانی میں غنا کا انہیں پتہ چلنا ناممکن ہے۔ لہٰذا اُن کا کوئی قول ڈوموں اور مراثیوں کے علاوہ کسی کے لئے قابلِ اعتنا نہیں۔ چنانچہ حُدا خوانی جائز ہے اور صحابہ کا عمل بھی شاہد ہے۔

(2) <u>عروسی یعنی شادی کے موقع پر گانے بجانے پر ڈھکوا اینڈ پارٹی</u>

پہلے عنوان میں حدیث کے موجود ہونے کا انکار کیا گیا۔ اور جس نے اقرار کیا کہ حدیث موجود ہے اُس نے صرف ایک حدیث کا ذکر کیا۔ مگر حدیث کو بلا قارئین کو دکھائے غیر معتبر کہہ دیا اور ڈھکو نے حدیث کو سنّی بنا کر انکار کر دیا۔ لیکن اس عنوان میں ان تینوں شیخوں کا منکرِ حدیث ہونا کھل کر سامنے آئے گا اور اب وہ شیعہ حدیثوں کو قبول کرنے میں بہانہ بازیاں کریں گے۔ قارئین اب اُن کے بیانات پڑھیں اور حق سے روگردانی کے داؤ پیچ ملاحظہ فرمائیں۔

<u>پہلا گواہ</u> ''اس سلسلے میں بروایت ابوالبصیر جناب صادق علیہ السلام سے دو حدیثیں موجود ہیں جن میں ایسی مُغنّیہ (گانے والی) کی اُجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ جو عروسی کے موقع پر گاتی ہو۔ اس سے بدلالت التزامی یہ کشف کیا گیا ہے کہ جب اس موقع پر مغنیہ کی اُجرت جائز ہے تو ضرور اس کا غنا بھی جائز ہوگا۔ ان ہی حدیثوں کی بنا پر حضرات نے اس گانے اور گانے والی کی اُجرت کو جائز قرار دیا ہے۔''

(المبلغ صفحہ 11)

ڈھکو پر نظرِ مسلسل کی ضرورت

چونکہ عروسی کی بحث میں ڈھکو صاحب نے پورا پارٹ خود ہی ادا کیا ہے اور اپنے استادوں کا ایک آدھ جملہ لکھا ہے۔ اور یہ بیان بہت طویل اور جناتی الفاظ سے لبریز ہے۔ اس لئے ہم مناسب مقام پر اُن کے بیان کو روک روک کر قارئین کو متوجہ کرتے چلیں گے۔ اور ان کے جناتی یا عیارانہ الفاظ کی اُردو لکھتے جائیں گے تاکہ مفہوم واضح ہوتا چلا جائے۔ مثلاً یہ لوگ جہاں بات کا وزن ہلکا کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں حدیث کی جگہ لفظ خبر، اخبار یا روایت اور روایات لکھ دیا کرتے ہیں۔ استثنا اور مستثنٰی کو ہر آدمی نہیں جانتا۔ لہٰذا اُن کے الفاظ کو تبدیل کر کے سادہ اردو کے الفاظ لکھیں گے اور معنوی تبدیلی کے بغیر مولانا کی عبارت سے چالاکیاں نکال باہر کریں گے۔

اب مندرجہ بالا بیان پر نظر ڈالیں یہاں یہ مان لیا گیا کہ شادی بیاہ کے مواقع پر گانا گانے اور اُجرت پر کسی گانے والی عورت سے بھی گانا سننا اور دوسروں کو سنوانا اور اس طرح گانے کی مدد سے شادی کی تقریب کو مزید مسرت انگیز بنانا جائز ہے۔ اور یہ کہ اس جواز کے لئے شیعہ علما اور کتابوں نے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ اور یہی حدیثیں علمائے شیعہ کے نزدیک قابلِ اعتماد ہیں۔ مگر ڈھکو کو یہ منظور نہیں ہے اس لئے عبارت کو شاطرانہ انداز میں لکھا اور حدیثوں کے راوی کا بھی بتانا ضروری سمجھا تاکہ اگلے جھٹکے میں کرتب دکھایا جا سکے۔ مسلسل بیان جاری ہے سنئے فرماتے ہیں کہ:

(2) ''لیکن بنظر حقیر یہ جائز کرنا بھی <u>مثلِ سابق</u> (یعنی چہ؟) خالی از اشکال نہیں یعنی عروسی میں گانے کو جائز ماننے میں مشکلات درپیش ہیں۔ کیوں کہ <u>اربابِ علم و دانش</u> جانتے ہیں کہ (انکار کی راہیں کیا کیا ہیں) ایک عام حکم کو خاص شخص یا موقعہ پر عائد

کرنے کے لئے یا کسی گول مول بات کا سرا مقرر کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ مُخصّص ومقید (یعنی وہ خاص شخص اور وہ تلاش کیا ہوا سِر ا) اعتبار میں عام ومطلق (یعنی ڈھیلی اور گول بات) کا ہم پلہ و برابر ہو (کون سی آیت یا حدیث کی رو سے؟) لیکن اُن دونوں حدیثوں میں ہم پلہ ہونا اور برابر کا درجہ رکھنا (یعنی غنا حرام ہے=عروسی میں غنا جائز ہے) موجود نہیں ہے۔اس لئے کہ وہ آیات اوراحادیث جو غنا کے حرام ہونے پر گول مول اور بے لگام (علیٰ العموم اور علیٰ الاطلاق) مذکور ہیں وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور اُن کا ثبوت بھی زیادہ مضبوط ہے۔اور حرام ہونے والی روایات واحادیث مسلسل بیان ہوتی چلی آئی ہیں۔لیکن اُن آیات اور احادیث کو مخصوص صورت میں پابند کر کے عروسی (حدایا مرثیہ) کو جائز کرنے والی صرف دو حدیثیں ہیں۔ جو تعداد میں حرام والیوں سے کم اور اعتبار کے لحاظ سے کمزور ہیں۔کیونکہ اُن دونوں حدیثوں کے راویوں میں سے ایک ابوبصیر بھی ہے۔جس کی حالت کو علامہ کشی اور علامی حائری کی کتابوں میں گڑ بڑ دکھایا گیا ہے۔لہٰذا دونوں حدیثیں موجود ہوتے ہوئے بھی قبول نہیں کی جا سکتیں چنانچہ عروسی کی محفلوں میں بھی گانا اور گانے کی اُجرت حرام ہے۔'' (صفحہ 11)

ڈھکو پر دوسری نظر ڈالیں

ڈھکو نے یہ مان لیا ہے کہ علمائے شیعہ نے عروسی کی محفلوں میں گانے اور گانے کی اُجرت کو جائز قرار دیا کتابوں میں لکھا اور اس پر برابر عمل ہوتا چلا آیا اور ڈھکو کے زمانہ میں بھی عمل جاری ہے۔لہٰذا جو کچھ ڈھکو نے سوچا اور جو کمزوریاں اس حقیر اور اللہ واسطے اور پرائے خرچ پر پڑھنے والے مجتہد کو ملی ہیں۔وہ باقی علمائے شیعہ نے نہ

سوچیں نہ وہ سمجھے نہ انہوں نے رجال کشی اور رجال حائری پڑھی تھیں خواہ مخواہ دو ضعیف و ناتوان حدیثوں کے سہارے حرام کو حلال کر گئے اور ساری دنیا کے لوگوں کو حرام کار بنانے کا تا قیامت انتظام کر گئے ۔ چنانچہ یہی نہیں کہ جناب حجۃ اللہ فی الثقلین یعنی محمد حسین ڈھکو صرف شادی بیاہ کی رسومات میں گانا بجانا بند کرنا چاہتے ہیں ۔ بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ روز اوّل سے روز آخر تک وہ تمام علمائے شیعہ حرام کار و حرام پھیلا نے والے تھے جنہوں نے غنا کو جائز ثابت کیا ۔ یہی نہیں بلکہ وہ ڈھکو جناب ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور تمام علمائے شیعہ رضی اللہ عنھم کو (معاذ اللہ) جہنمی منوانا چاہتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے بھی علی العموم اور علی الاطلاق تمام دشمنانِ دین مجتہدین کو حرام کار اور جہنمی لکھا ہے ۔ یعنی ڈھکو جیسی سند (Authority) ہمارے پاس ہے ۔ اب اگر مومنین یہ فرما دیں کہ کیا ڈھکو اور کیا ڈھکو کا شوربا تو بات الگ ہے ۔ ورنہ ڈھکو کا بیان آپ کے سامنے ہے یہ شیخ جی تمام علمائے شیعہ کا مخالف اور دشمن ہیں اور ہم اُن کے ہم مثل شیخوں کے دشمن ہیں ۔ اور اگر بعض لوگوں کے نزدیک ایسے علمائے مجتہدین سے دشمنی گناہ ہے تو گواہ رہیں کہ ہم اس گناہ سے نہ توبہ کریں گے اور نہ یہ گناہ کرنا بند کریں گے یہاں تک کہ ہمیں موت آجائے یا کوئی ڈھکو ہمیں قتل کر دے یا قتل کرا دے ۔ اور سنو کہ تمام محبان محمدؐ و آل محمدؐ پر ایسے لوگوں سے دشمنی واجب ہے اور جس کے دل میں اور زبان پر یہ دشمنی نہ ہوگی اس سے اُس کی محبتِ اہلبیتؑ اور عبادات قبول نہ ہوں گی ۔ حجۃ تمام ہوئی ۔

ڈھکو پر تیسری نظر

ڈھکو کے عام و خاص اور مطلق و مقید کے سلسلے میں علمائے شیعہ تو خوب

واقف ہیں۔لیکن بھولے بھالے عوام کو یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ نے قرآن میں تمام مومنین سے فرمایا اقیمو الصلوٰۃ واتو الزکوۃ اورایک دو دفعہ نہیں بلکہ بار بار لگا تار کہتا چلا گیا کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نماز پڑھا کرو زکوٰۃ دیا کرو۔ یہ ایک عام حکم ہے۔اور یوں سمجھ لو کہ اس سے زیادہ عام اور مطلق حکم کوئی عالمِ عبادت کے متعلق دکھا نہیں سکتا۔عام اس لئے کہ تمام مومنین اُس میں داخل مطلق اس لئے جو بھی مومن ہو نماز وزکوٰۃ واجب ہے کوئی معافی ،کوئی رعایت ،کوئی خصوصیت آیت میں نہیں ہے۔حکم عام ہے ہر مومن پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔مگر اس حکم میں جتنی بڑی عمومیت یا مطلقیت ہے۔اتنا ہی بڑا گول مول اور مجمل حکم ہے۔اور یہی ڈھکو اور اُس کے بھائی بند شیخی علما جب کسی آیت یا حدیث سے جان چھڑاتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ آیت یا یہ حدیث مجمل ہے۔لہٰذا مجمل سے کوئی حکم یا عقیدہ ثابت کرنا غلط ہے۔ ہم نے اپنی تصنیف ''اسلام اور علمائے اسلام'' میں اصول الشریعہ سے اس کی مثالیں دی ہیں۔اب یہ سنئے کہ حیض کے دوران عورتوں کو نماز معاف ہے۔ڈھکو سے کہئے کہ جتنی تعداد میں نماز کو واجب کرنے والی عام ومطلق آیات ہیں۔اتنی ہی تعداد میں حیض میں نماز کی مخصوص معافی کی آیتیں پیش کریں۔تاکہ آپ کی شرط ہم پلہ اور برابر ہو جائے۔ورنہ یہ مانو کہ عورتوں پر حیض کے دوران بھی نماز پڑھنا واجب ہے۔ڈھکو کو بتاؤ کہ عام وخاص ومطلق ومقید ایسے الفاظ کا رٹ لینا کافی نہیں۔آؤ اصول فقہ پر ایک جلسہ میں دو دو باتیں ہو جائیں ہم ثابت کریں گے کہ یہ قواعد اور اصول دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ نے حکومت ومیراث کو غصب کرنے کے لئے بنائے تھے۔آئمہ اہلبیتؑ اور علمائے شیعہ ان ابلیسانہ قواعد کی مذمت کرتے تھے اور ڈھکو ثابت کریں کہ اصول فقہ

محمدؐ وآل محمدؐ اور علمائے شیعہ میں تواتر اور جواز کا درجہ رکھتے ہیں۔ قارئین کم از کم بذریعہ خط سے اس سے سوال کریں اور جواب میں ہمیں ارسال کردیں۔ دیکھئے کہ ہم ڈھکو صاحب کو زیادہ لمبے لحاف کی ضرورت سے بے نیاز کردیتے ہیں یا نہیں؟ بہرحال ہم حقیقی بحث میں دکھائیں گے کہ شادی بیاہ اور مسرت کے مواقع پر آنحضرتؐ کے زمانہ سے اور حضورؐ کی اجازت سے وہ گانا بجانا اور مرثیہ ہوتا ہوا آگے بڑھا جسے علما شیعہ، علمائے صوفیہ اور علمائے اہلسنت جائز مانتے اور ثابت کرتے چلے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ اہلبیتؐ پر دشمنانِ دین نے مسرت وشادمانی کو بند کردیا۔

ڈھکو پر چوتھی نظر

جب ہم ڈھکو کے دونوں مذکورہ گواہوں کے تفصیلی بیانات اُن کی کتابوں سے پیش کریں گے تو یہ دکھائیں گے کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا مقام آئمہؑ اہلبیتؐ کی نظر میں کیا تھا؟ اور یہ کہ اگر صاحبؒ موصوف ناقابل اعتبار ہیں تو غنا کا حرام ہونا بھی دو قدم چل کر ختم ہو جائے گا اور ڈھکو کو بتادو کہ قرآن کریم میں غنا کا حرام ہونا تو درکنار غنا کی لفظ بھی استعمال نہیں ہوئی رہ گیا تمہارا چند (دو) آیات لکھ کر یہ کشف کرنا کہ ان آیات سے غنا حرام ہے۔ بڑا نادانوں اور نقالوں جیسا کام ہے۔ ہم یہ بات بھی جلد تمہیں سمجھائیں گے۔ پھر ڈھکو کا باقی بیان سنیں فرماتے ہیں۔

(3) ڈھکو کا بیان جاری ہے

''علاوہ بریں قطع نظر ابی بصیر کی وثاقت یا عدم وثاقت کے اگر بالفرض ان حدیثوں کو سند کے اعتبار سے معتبر بھی مان لیا جائے؟ تو یہ محمول بر تقیہ ہوں گی۔ چونکہ صاحب مفتاح الکرامہ تحریر فرماتے ہیں کہ **والاخبار واردۃ فی ذلک محمولۃ علی**

التقية ۔یعنی عروسی کے موقعہ پر جو احادیث گانے بجانے اور گانے بجانے کی اجرت کو جائز کرنے میں بیان ہوئی ہیں وہ تقیہ کی حالت میں غلط طور پر معصومؑ نے بیان کردی ہیں۔اسی لئے صاحب کتاب مکاسب تحریر فرمارتے ہیں کہ **وَلٰکِنْ فی سند الروایات ابوبصیرؓ و هو غیر صحیح والشهرة عَلٰی وجه یوجب الانجبار غیر ثابتة** (صفحہ40)ان روایتوں کی سند میں ابوبصیر وارد ہے۔جو کہ صحیح نہیں ہے۔اوراس مسئلے کی شہرت بھی اُس حدتک نہیں پہنچی کہ جو اس خامی کو پورا کرسکے اورعروسی میں گانے بجانے کو جائز سمجھنے پر مجبور کردے غالباً یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے علمائے اعلام عروسی میں گانے بجانے کے قائل نہیں ہوئے۔'' (صفحہ 11 المبلغ)

ڈھکو پر ایک اور نظر

سب سے پہلی بات جس پر نظر رکنا چاہئے یہ ہے کہ ڈھکو کے یہ دونوں بزرگ اور استادِ مجتہدین دو حدیثوں کی تعداد کا تعین نہیں کرتے بلکہ جمع کا صیغہ لکھتے ہیں۔یعنی الاخبار اور الروایات لکھتے ہیں۔جو بھائی ڈھکو کو جھوٹا ثابت کرنے کا اشارہ ہے۔چلو اس کے بعد دیکھو کہ یہ دونوں شیخ یہ نہیں لکھتے کہ حرام کرنے والی حدیثیں تعداد میں زیاد ہیں یا یہ کہ عام اور خاص اور مطلق ومقید کا اشکال درمیان میں حائل ہے۔مطلب یہ کہ بڑے میاں سو بڑے میاں مگر جھوٹے شیخ سبحان اللہ۔پھر اُن دونوں شیخوں میں اتفاق بھی نہیں۔ایک تقیہ کی آڑ لیتا ہے تو دوسرا تقیہ کرنا بالکل بھول جاتا ہے۔پھر ایک ابوبصیر کا سہارا لے کر منکر ہے اور دوسرا ابوبصیر کی بات ہی نہیں کرتا۔اور استاد المجتہدین سرکار شیخ مرتضٰی انصاری ایک ایسی بات کہہ جاتے ہیں کہ ڈھکو اینڈ کمپنی کے ہاتھ سے اجتہاد کا ڈھکن ہی کھل جاتا ہے۔یعنی انہوں نے ایک ایسا

اصول سامنے رکھ دیا کہ جس کے بعد راوی کی تلاش کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔یعنی انہوں نے فرمایا کہ:

عروسی کی محفلوں میں گانے بجانے اور گانے والیوں کی اجرت کے جائز ہونے اور اُس پرعمل ہونے کی شہرت تو ضرور ہے۔مگر شیخی اصول اور معیار کے مطابق اتنی شہرت نہیں ہے۔جس سے شیخ انصاری صاحب گانے بجانے اور گانے والیوں کو اجرت دینے کے جواز پر فتویٰ دینے پر مجبور ہو جائیں ۔لیکن وہ معیار کیا ہے؟ اس معیار کو کسی آیت یا حدیث نے مقرر کیا؟ وہ پیمانہ کیا ہے؟ جس سے شہرت کو ناپا یا تولا جا سکے؟ یہ وہ جانیں جو دین اور مومنین کے مسائل میں دل چسپی رکھتے ہوں شیخی کاروبار تو یہ ہے کہ غنا حرام ہے۔غنا زنا کے برابر ہے۔ کہتے چلے جاؤ۔نہ یہ جاننے کی ضرورت کہ غنا اور زنا ہے کیا؟ نہ یہ معلوم کرنا ضروری کہ غنا ایسا مقدس لفظ کیوں حرام کر دیا گیا؟ یہ مراثیوں اور بھانڈوں کا کام ہے۔

شیخ انصاری کی شہرت والی بات کیا ہے؟

یہ ایک محسوس ومشہور دلیل ہے۔کہ جو اگر موجود ہو تو کسی چیز کے وجود کیلئے کسی اور ثبوت وشہادت کی ہرگز ضرورت نہیں پڑتی مثلاً دور دراز دیہات کا ایک باشندہ کبھی سمندر کے کنارے تک نہیں آیا مگر قسم کھا سکتا ہے کہ سمندر موجود ہے امریکہ کے وجود پر یقینِ کامل رکھتا ہے یہ کیوں اور کیسے؟ جواب وہی شہرت ہے یہ بات بار بار سنی، ہر کسی سے سنی سب کہتے ہیں ہر آدمی یقین کے ساتھ کہتا ہے۔لہٰذا سمندر اور امریکہ، انگلینڈ وغیرہ یقیناً موجود ہیں اس ساری کثرت میں گنتی کے آدمی وہ ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔پھر گنتی ہی کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دیکھنے والوں کو دیکھا اور وہاں کی

کچھ باتیں بھی سنیں۔ باقی کروڑوں اربوں انسان مرد عورتیں بچے صرف شہرت کی بناپر پُر یقین اور دیکھنے کے متمنی ہیں۔ لہٰذا اُن مشہور چیزوں پر گواہی مانگنے والا کوئی مجتہد یا پاگل ہی ہوسکتا ہے۔ اور وہاں کی باتیں سنانے والے شخص کا چال وچلن اور بقول مجتہد وثاقت کی جانچ کر کے ماننے کی شرط لگانے والا وہی شخص ہوسکتا ہے جسکی عقل ودیانت پر نفاق وشکوک کا ڈھکنا ڈھکا ہوا یا خود ڈھکو ہو۔ خوشی ومسرت کیلئے گانا ازآدم تا ایں دم برابر ہوتا چلا آیا۔ ہر قوم میں ہر مذہب میں ہر ملک میں رونا ہنسنا گانا غم منانا مرثیہ کہنا جاری رہا اسلام میں رسولؐ کی مدینہ میں آمد سے لیکر آخری ایام تک عروسی کی تقریبات میں خصوصاً جناب فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی بارات اور رخصتی میں ازواج النبیؐ نے محمدؐ وعلیؑ کا پسندیدہ گانا گایا اور برابر جاری رہا ہر صدی ہر سال اور محرم کے علاوہ ہر ماہ میں جائز اور عملاً چلا آیا۔ کسی ھندو سے پوچھو یا عیسائی سے معلوم کرو یا کسی عورت سے دریافت کرو یا مردوں اور بچوں سے تحقیق کرو ہر عروسی میں گانا ہوا۔ بڑے بڑے علما وفضلا زہاد واتقیا کی موجودگی میں جائز گانا ہوا اور گانا جائز رہا۔ اس کے باوجود شیخی پارٹی اس حلال کو حرام کرنے کی فکر میں ہے۔ کبھی راوی کی آڑ لیتی ہے کبھی خود ساختہ اصولوں اور شیطانی پھندوں میں پھنسانا چاہتی ہے۔ اور جہاں کوئی راستہ نہ ملے تو امامؑ پر تقیہ اور غلط بات کہنے کا الزام لگادیتے ہیں۔

ڈھکو کو ڈھکو کے قلم سے اصولِ شہرت پر غلط کار ثابت کردیں

ڈھکو کے استاد المجتہدین واقعی استاد نکلے اور نہ صرف استاد بلکہ شہرت مان کر مگر مقدارِ شہرت کی شرط لگا کر بچ کر الگ کھڑے ہوگئے اور مسٹر ڈھکو کا خیال تک نہ کیا کہ وہ غریب اور حقیر شاگرد خود اپنے ہاتھوں پٹ جائے گا۔ ڈھکو کی پچھلی بات پھر

سنئے اور ہمیں داد دیجئے۔ اُنہوں نے لکھا تھا کہ:

''عروسی کے موقع پر گانے کی استثنا اور تخصیص کی شہرت اُونٹوں کے ساتھ گانے کی شہرت سے بھی زیادہ ہے۔'' (صفحہ 11 المبلغ)

قارئین پہلے یہ بتائیں کہ استاد جھوٹا ہے یا شاگرد کاذب ہے۔ یا دونوں دروغ بافندہ ہیں؟ پھر خوشیاں منائیں کہ اس دشمنِ حسینؑ کے ہاتھوں سے شادی بیاہ کی تقاریب میں گانے بجانے کا جائز ہونا اور اُس پر اُمت مسلمہ میں اور علمائے اسلام میں شہرت کی انتہا تک مان لینا مقبول و مشہور ہو جانے کے بعد کسی ڈھکو اور بکّو مجتہد کی پرواہ کرنا حماقت ہے۔ اسی ڈھکو نے یہ بھی مانا ہے کہ:

''اکثر کتب فقہ میں اونٹوں کے لئے گانے کو جائز لکھا ہے۔'' (صفحہ 10)

اب ڈھکو کو اُن مسلمہ قانونِ منطق سے بھی پیپٹ دو۔ فرمایا تھا کہ

''اہل علم جانتے ہیں کہ سالبۂ کُلّیہ کا عکس موجبہ جُزئیہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک معتبر حدیث کا وجود بھی ان حضرات کے دعویٰ کے ابطال کے لئے کافی ہے۔''

(صفحہ 16 المبلغ بحث غنا بابت ماہ اگست 1964ء)

قصہ یوں تھا کہ شیعوں میں اتفاقِ وقت اور مجتہدین سے دشمنی کی بنا پر ایک نیک نہاد بزرگ عالم مسٹر ڈھکو کی طرح خالصی ٹائپ کے وھابی بن کر اُٹھے۔ اور مجتہدین کے مقابلہ میں ایک محاذ بنایا اور اخباروں میں پمفلٹوں میں تمام مجتہدین کو للکار دیا۔ ملک کے بڑے بڑے اہل قلم ساتھ ہو گئے۔ اخبار درنجف اور جناب حضرت مولانا مولوی السید عنایت علی شاہ نقوی البخاری اعلی اللہ مقامہ نے تعاون کیا اور جناب عالم مذکورہ السید علی صفدر صاحب نے بمبئی سے اور اُن اہل قلم ساتھیوں نے مضامین کا

چیلنج قائم کر دیا۔ ڈھکو صاحب کے خلاف یہ پہلا محاذ تھا۔مناظرہ جاری ہوا دیگر مباحث کے ساتھ ساتھ غنا کے مسئلہ میں بھی علی صفدر صاحب نے ڈھکو صاحب کا تعاقب کیا۔مگر چونکہ علی صفدر صاحب بھی مجتہد و مقلد ماحول اور اجتہادی نظام کے پروردہ تھے اس لئے اُنہوں نے بھی باقی مجتہدین کی طرح بعض احادیث کا انکار شروع کیا۔اس انکار پر ڈھکو صاحب مذکورہ بالا منطق کا ایک فارمولا انہیں یاد دلایا ہے اور علی صفدر صاحب کی بات کو اُلٹ کر منطق سے پیٹ دیا ہے۔لہٰذا ہم بھی ڈھکو صاحب سے اس مسلمہ منطقی قانون کے تحت یہ کہتے ہیں کہ تم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

غنا ہر حال میں قرآن کی آیات اور احادیث سے حرام ہے۔لہٰذا اگر ایک حدیث بھی غنا کو کسی ایک صورت میں حلال اور جائز ثابت کر دے تو تمہارا پورا دعویٰ باطل ہے۔اور مندرجہ بالا بیانات سے بار بار یہ دعویٰ تمہارے بقلم خود باطل ہو چکا ہے۔مبارکباد۔

زیرِ قلم بیانات پر مذہبی نظر اور ڈھکوی اسکیم فی النار والسقر

دوسرا عنوان شروع کرنے سے پہلے حُدا خوانی اور عروسی میں گانے پر جو کچھ جناب ڈھکو نے لکھا ہے۔اُس پر مذہب شیعہ اور مسلمہ بین الفریقین اصول کے ماتحت نظر ڈالنے سے آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ غنا کو ہر حال اور ہر صورت میں حرام قرار دینے والے ڈھکو اور ساتھی ہمنوا کسی جگہ معصومینؑ کو درمیان میں نہیں لاتے۔غنا کی ایک تعریف کی گئی۔وہ خود ساختہ اور آئمہ علیھم السلام سے لاتعلق ہے۔پھر غنا کی تعریف کا انکار کیا گیا۔اُس انکار میں بھی معصومینؑ کو سند نہیں مانا گیا۔پھر یہ طے کر دیا کہ میراثی ڈوم اور گویئے جس چیز کو غنا کہہ دیں بس اُس چیز کو غنا مانا اور حرام کہا جائے گا۔یعنی یہاں بھی یہ نہیں کہا کہ فلاں امام علیہ السلام نے ڈوموں کو معیار بنانے کا حکم

دیا ہے یا فلاں حدیث میں وہ آواز نکالنا یا سننا حرام ہے جس میں طرب ہو۔ اور فلاں آیت میں طرب کے معنیٰ غم انگیز یا مسرت خیز آواز کے بتائے گئے ہیں۔ اور پھر ایسی آواز کو حرام فرمایا گیا ہے۔ یا یہ کہ فلاں راوی سے یا ابو بصیر سے کوئی حدیث یا غنا کے جواز کی حدیث قبول نہ کرنا۔ اس لئے کہ وہ کبھی سچ نہ بولے گا۔ یا یہ کہ جس حدیث کو اہل خلاف بیان کریں اُسے کسی بھی صورت میں قبول نہ کرنا؟ یا یہ کہ ایک عام حکم کی تخصیص کے کیا شرائط ہیں؟ یا یہ کہ جدھر احادیث کی تعداد زیادہ ہو تم وہ بات ماننا اور ہماری کم تعداد والی حدیثوں میں جو مخالف حکم ہو اُس کو رد کر دینا۔ یا یہ کہ جس حدیث کو بیان وہ کرتے ہوئے ہم نے تقیہ کیا ہو اُس کی شناخت یہ ہے اور یہ کہ تقیہ والی حدیث کو غلط کہہ کر عمل سے انکار کر دینا۔ یا یہ کہ چودھویں صدی میں ڈھکو پیدا ہوگا۔ جب وہ کسی حدیث کو غلط قرار دے دے تو اس کی بات کو حق ماننا۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بلا قولِ معصومؑ کے اس قسم کی بحثیں کر کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرتے ہیں وہ دشمنانِ اسلام ہوتے ہیں۔ اُن کی صحیح بات بھی نہ ماننے کا حکم احادیث معصومؑ میں موجود ہے۔ اور علمائے شیعہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور اُس حکم اور فیصلے کو واجب التعمیل سمجھتے ہیں جو کلام اللہ یا کلامِ معصومؑ کے الفاظ میں ہو۔ یہاں تک کہ آنحضرت اور آئمہ اہلبیت علیھم السلام بھی کوئی حکم اپنی مادی یا نفسانی خواہش سے دینا گناہ قرار دیتے ہیں (نجم 53/3-4)۔ لہٰذا جو کچھ مسٹر ڈھکو اینڈ کمپنی نے اپنی طرف سے کہا وہ سب بکواس ہے۔ حُدا خوانی اور عروسی میں گانا بجانا جائز ہے۔ اور اس پر مسلمانوں کا مسلسل عمل ہے اور اُن کا یہ عمل تمام دنیا کی اقوام میں مشہور اور قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔

مُحبانِ اھلبیتؑ اورعزادارانِ حسینؑ دل تھام کرسُنیں

اِس عنوان میں قارئین کرام کو یہ اندازہ ہوجائے گا کہ ہمیں جناب محمد حسین ڈھکو سے اس قدر نفرت کیوں ہے؟ یوں تو دشمنانِ اھلبیتؑ تیرہ سوسال سے فضائلِ محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیھم کو گھٹانے اورعزاداریِ امامؑ مظلوم کومٹانے میں کوشاں رہے ہیں۔اور برابر اپنی مہم جاری رکھیں گے۔مگر دشمنوں کی کوشش ہمیں نقصان نہ پہنچا سکی بلکہ عزاداری برابر بڑھتی پھیلتی اورترقی کرتی چلی گئی۔اورآج دنیا کا کوئی ایسا ملک نہیں۔ جہاں علم وتعزیہ و ذالجناح کے جلوس نہ نکلتے ہوں۔جہاں درد انگیز اور تلاطم خیز آوازوں میں نوحہ اورمرثیہ خوانی نہ ہوتی ہو۔جہاں گھروں کے اندراورسڑکوں گلیوں اور بازاروں میں تلواراورقمہ کااورکم ازکم زنجیروں کا ماتم نہ ہوتا ہو؟ اگر کچھ نقصان پہنچا ہےتو وہ شیعہ لیبل والے ڈھکو ٹائپ کے علمائے سُو کی کوششوں سے پہنچا ہے۔یہ لوگ قوم میں اعتماد اوراجارہ داری کی آڑ میں،نصیحت اوراصلاح کے بہانہ بعض کمزوردل و دماغ شیعوں کو ماتم اورمرّوجہ مرثیہ خوانی سے بددل کرتے تھےمگر ڈھکوصاحب نے تمام تکلفات اورشرم وحیا،اوربزرگانِ دین کالحاظ اورجناب فاطمۃ الزھراءعلیھا السلام کاغم بالائے طاق رکھ دیا۔نہ صرف یہ کہ ماتم اورمرثیہ کوحرام قراردیا بلکہ عزاداری کی مجالس کوعیاشی اوربدکاری کی محفلیں لکھا۔مرثیوں کو،مرثیہ سے رونے کوشہوت رانی کا ذریعہ بتایا۔اوراپنے بیانات میں وہ حیا سوز الفاظ اورعبارتیں لکھیں جن کو پڑھتے ہوئے پیشہ وررنڈیاں اورزانی تک شرمائیں اورحد ہوگئی کہ ہماری آج کل کی مرثیہ خوانی کوزنا کے برابر گناہ اورجرم بنادیا۔چنانچہ اب ہم اُس زنا ساز مجتھد کے بیانات لکھنا شروع کرتے ہیں اورآپ کو بتدریج اُس کی وہ کوشش دکھاتے ہیں۔جس کے

سہارے وہ شیعوں میں دشمنانِ اہل بیت ؑ کا مذہب پھیلانا چاہتے ہیں۔اُن کا عنوان و بیان ملاحظہ ہو:

حضرتِ سید الشہداؑ کے مرثیوں میں غنا کے جواز کی حقیقت

(1) ''اوقات کے بدلنے سے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ایک وقت تھا کہ حرمتِ غنا سے مرثیوں کے استثنا کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بعض طالب علموں نے اس کے جواز کا قول اختیار کیا اور آج وہ وقت بھی آ گیا ہے کہ اچھے خاصے اہل علم اُسے جائز قرار دے رہے ہیں۔واہ رے انقلاب ذہنیت۔''
(المبلغ مذکور صفحہ 12)

ڈھکو نے دو جھوٹ بولے اور علما کی توہین کی ہے

مجتہد صاحب کے بیان کو یہاں روک کر یہ سن لیں کہ ڈھکو نے یہ مان لیا کہ عرصہِ دراز تک یہ سوال ہی پیدا نہ ہوا تھا کہ امام حسین اور شہدائے کربلا علیھم السلام کے مرثیوں میں غنا جائز ہے یا نہیں؟ لہٰذا وہ مانتے ہیں کہ یہ سوال قدیم نہیں بلکہ بہت قریبی زمانہ میں پیدا کیا گیا تھا اور اس سوال کے اُٹھنے پر جن حضرات نے غنا کو یعنی درد وغم انگیز آواز کو مرثیوں میں جائز قرار دیا۔اُن کو یہ ڈھکن مجتہد طالب علم کہتا ہے۔یہاں پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ حضرات آئمہ علیھم السلام کے گھروں میں اُن حضرات کے حکم سے درد وغم انگیز اور تڑپا دینے والی آواز سے مرثیہ سنا جانا اور مستورات کا غش کھا جانا احادیث میں ثابت ہے اور آخری بحث میں ہم وہ احادیث قارئین کو نوٹ کرائیں گے۔لہٰذا اُس زمانہ سے آزادانہ مرثیہ میں یہ رواج جاری رہتا چلا آیا۔اور جب عزاداری کی اثر انگیزی سے باطل مذہب کی عمارتیں متزلزل ہونے لگیں اور غمِ حسین

علیہ السلام نے دردمندانِ انسانیت کو مذہبِ حقہ شیعہ اثنا عشریہ میں کھینچنا شروع کر دیا اور ماتم کا سیلاب باطل محاذ سے روکنا ممکن نہ رہا تو انہوں نے زر پرست اور سرمایہ دار قسم کے شیعہ علما کی خدمات حاصل کیں اور اُن سے مسٹر ڈھکو کا مذکورہ سوال اُٹھوایا۔ کہ آیا ''امام حسینؑ کے غم میں مروجہ مرثیہ خوانی جائز ہے یا نہیں۔؟''

ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے فتاویٰ یا حکم سے حرام وحلال کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور جن کے جائز قرار دینے کے بعد آج تک مروجہ مرثیہ اور نوحہ خوانی جاری ہے اور تلوار و خنجر و چھری اور قمہ اور زنجیر کا ہیبت ناک اور کفر توڑ ماتم ہو رہا ہے۔ وہ وہی علما ہو سکتے ہیں جن کو تمام اُمت پر اقتدار حاصل رہا ہو اور جن کے سامنے باطل کے چراغ بجھ جاتے ہوں اور ڈھکو اور ڈھکو قسم کے علما ڈھکے چھپے رہتے ہوں۔ جن حضرات کو ڈھکو طالب علم کہتا ہے۔ یعنی شاگرد لوگ قرار دیتا ہے اُن میں سے ایک کا نام محمد حسینؒ الغروی النّائینی ہے۔ اس بناپیتی برائے نام محمد حسین ڈھکو سے دریافت کیجیئے کہ 1345 ہجری سے آج تک کون سا ایسا شیعہ عالم گزرا ہے۔ جس نے قبلہ محمد حسینؒ نائینی کو استادِ زمانہ اور خود اپنا استاد نہ مانا ہو؟ یہ اس دور کے سب سے بزرگ مجتہد تھے۔ اور ہم جیسا دشمنِ اجتہاد شخص حضرتِ موصوف رضی اللہ عنہ کو حقیقی علمائے شیعہ میں شمار کرتا ہے۔ اور اُنہیں علمائے سُو کے خلاف اور اھلبیتؑ کے حق میں اپنے علمی اختیار اور اجتہاد کو استعمال کرنے پر ماجور و مثاب و قابلِ تقلید سمجھتا ہے اور لکھتا ہے۔ ڈھکو کو وہ فتویٰ دکھاؤ جو اعلی اللہ مقامہ نے تمام ممالک ایران و عراق و مصر میں نشر فرمایا اور جسے ہم نے ماہ گزشتہ ''ماتم شبیر'' کے نام سے تمام شیعہ اخباروں میں برائے اشاعت ارسال کیا۔ اور جسے جناب حجۃ الاسلام والمسلمین مروج الاحکام والدین حضرت السید جلیل

ابن مرحوم حجۃ الاسلام الحاج السید عبدالحی الطباطبائی نے کتاب جواہرالاعتقادیہ کے آخر میں المطبعۃ العلمیہ نجف سے شائع کیا اور محبانِ اہلبیتؑ کو فتویٰ نقل کرنے سے پہلے یوں مخاطب کیا کہ:

''بَر تو بادای کسیکہ دوستی مرآل اللہ رابفتا وای حجج وآیات اللہ درمواقع اظہار عزائیکہ قیام میکنند بآن ایمان آورندگان از پیروانِ آل محمدؐ ھما نا تقدیم میدارم بسوی ملاء دینی فتویٰ آیۃ اللہ نائنی قدس سرہ کہ موافقت نمودند برآن فتویٰ مزبور آیات اللہ عصرآن معظم لہ از جملہ آنان آیۃ اللہ آقای آشیخ عبدالکریم یزدی مقیم قم مشرفہ ومدفون درآں وآیۃ اللہ آقامیرزا علی آقائی شیرازی وآیۃ اللہ آسید محمد فیروز آبادی وآیۃ اللہ آقائ حاج آقاحسین قمی طباطبائی وآیۃ اللہ حاج شیخ محمد حسین اصفھانی وآیۃ اللہ شیخ محمد جواد بلاغی وھمچنین امضاء نمودند این فتویٰ رادانشمندانِ امت از حجج وآیات امروزہ وتقدیم مینمائم بسوی ملاء دینی صریح فتویٰ رامنصنما با مضائیکہ مزین شدہ است بمھر مبارک آنان برترتیبی کہ درحاشیہ ورقہ است۔''

(**خلاصہ مطلب**) ''جو حضرات محمدؐ وآل محمدؐ سے محبت رکھتے ہیں اور اُن کے غم کے اظہار میں عزاداری کو قائم رکھتے ہیں اور قیام عزا پر ایمان رکھتے ہیں اور محمدؐ اور آل محمدؐ کی پیروی کرتے ہیں۔ میں اُن تمام دینداروں کے سامنے رواسمِ عزاداری پر وہ فتویٰ پیش کرتا ہوں جو آیت اللہ نائینی رضی اللہ عنہ نے نشر کیا تھا۔ اور جس کی موافقت میں اُن کے زمانہ کے بزرگ علما نے دستخط کئے تھے۔ اُن حضرات میں سے یہ نام دیکھیں۔ 1۔ آیۃ اللہ شیخ عبد الکریم یزدی۔ 2۔ آیت اللہ میرزا علی آقائے شیرازی اور۔ 3۔ آیت اللہ السید محمد فیروز آبادی اور۔ 4۔ آیت اللہ آقائے حاج آقا حسین قمی

طباطبائی اور۔5۔آیت اللہ حاج شیخ محمد حسین اصفہانی اور۔6۔آیت اللہ شیخ محمد جواد بلاغی اور اُن ہی چھ حضرات کی طرح آج کے دانشمندانِ اُمت اور آیات وحجتہائے خداوندی کے دستخطوں اور مہروں سے مزین کراکر میں مذکورہ فتویٰ کو تمام دینداروں کے روبرو ترتیب وار پیش کررہا ہوں۔''

اس کے بعد علامہ موصوف نے اصل فتویٰ شائع کیا اور مندرجہ ذیل بالا علما رضی اللہ عنھم کے تصدیقی بیانات لکھے اور اپنے زمانہ کے مندرجہ ذیل بزرگ علما کے بیانات تصدیق میں پیش فرمائے ہیں:

1۔حجۃ الاسلام حاج سید ابوالقاسم الخوئی۔2۔حجۃ الاسلام سید عبدالھادی شیرازی۔3۔حجۃ الاسلام شیخ محمد رضا آل یٰسین۔4۔حجۃ الاسلام آقائے محسن حکیم۔5۔حجۃ الاسلام آقائے شیخ محمد حسن مظفر۔6۔حجۃ الاسلام آقا سید حسین حمامی موسوی۔7۔حجۃ السلام آقائے شیخ محمد حسین الکاشف الغطاء قدس سرہ۔ 8۔حجۃ الاسلام آقا شیخ محمد کاظم شیرازی۔9۔حجۃ الاسلام آقائے سید محمود شاہ رودی۔10۔حجۃ السلام آقا سید جمال گلمایگانی 11۔حجۃ الاسلام سید علی مدد القائنی۔''(کتاب اَلْجَوَاھَرُ الْاِعْتِقَادِیَّہ کے ساتھ الحسین والاسلام صفحہ 24....12)

مومنین آپ اُس باقندہِ دروغ سے پوچھیں کہ ان اٹھارہ (18) علما میں سے کون سا عالم تمہارا شاگرد ہے؟ قارئین سنیں کہ یہ تمام وہ حضرات ہیں۔جو ڈھکو ایسے مجتہدین کو سند اجتہاد دیا کرتے تھے۔محمد حسین ڈھکو نے محسن حکیم اعلی اللہ مقامہ سے پڑھ کر مقلِد رہنے کی سند لی تھی۔یہ ہیں وہ مجتہدین جن سے سند لے کر مقلد لوگ مجتہد بن جاتے ہیں اور پھر اپنے استادوں اور استادوں کے استادوں کو شاگرد اور اچھے

خاصے اہلِ علم کہہ دیا کرتے ہیں۔

نوٹ: یہ کہا جا سکتا ہے کہ علامہ نائنی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ فتوے میں غنا کو آلاتِ لھو موسیقی کے ساتھ شمار کیا ہے۔اور عزاداری کو اُن سے منزہ یعنی پاک رکھنے کا حکم دیا ہے۔مسٹر ڈھکو کا یہ کہنا اس لئے قابل توجہ نہیں ہے کہ وہ علامہ نائنیؒ اور باقی اٹھارہ علما کے فتویٰ کے باقی اجزا کا بھی منکر ہے۔یعنی ڈھکو اینڈ کمپنی تلوار و خنجر و قمہ و چھری اور زنجیر کے ماتم کو حرام کہتی ہے اور وہ علما جائز اور عبادت لکھتے ہیں ۔ڈھکو پارٹی مرد و عورت کے لباس بدل کر مردوں کا عورتوں اور قیدیوں کی صورت میں سامنے آنا حرام کرتی ہے۔وہ علما اسے جائز اور عبادت قرار دیتے ہیں۔اور وہ علمائے کرام عزاداری کو اس حالت میں بھی عبادت قرار دیتے ہیں جب کہ جلوس عزا میں آلات موسیقی اور لھو کے ساتھ غنا یا کوئی اور اسی قسم کی ناشائستہ چیز شامل ہو۔ڈھکو صاحب اور ڈھکوی مجتہدین اس پر رضامند نہیں ہیں۔پھر علامہ نائنی رضی اللہ عنہ نے آلاتِ لھو موسیقی کے ساتھ غنا کو اس لئے ناشائستہ قرار دیا ہے کہ وہ عزاداری کو عبادت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جس انداز سے اور جن الفاظ میں انہوں نے لکھا ہے۔اُس سے وہ حرام قرار نہیں پاتے۔سنیئے اور محبتِ حسینیؑ رکھنے والے دماغ سے سوچیے فرمایا ہے کہ:

"وَلی لازم و متحتم است کہ چنیں شعار بزرگ کہ نحوی از عبادات محسوب است مُنزّہ شود از امور یکہ لایقِ بساحت آن نیست مانند غنا و استعمال آلات لھو موسیقی و امثال آن۔" (صفحہ 14)

لیکن یہ بات لازمی اور حتمی ہے کہ ایسا بزرگ شعارِ دینی جو عبادات کے طریقوں میں شمار ہوتا ہے۔اُن کاموں سے پاک رکھا جانا چاہیے جو ایسے بزرگ شعار دینی اور

عبادت کے شایانِ شان نہ ہوں۔جیسا کہ غنا اور موسیقی و غافل کرنے والے آلات اور اُن ہی کی قسم کی دوسری چیزیں۔''

اس کے بعد کا جملہ بتا تا ہے کہ یہ تمام چیزیں جن کو عزداری میں شامل کرنا حرام نہیں بلکہ نا شائستہ قرار دیا ہے۔عزاداری سے الگ ہوں تو حرام ہیں۔ سنیے اور غور فرمائیے۔

وھمچنیں مزاحمت ہمدیگر در تقدم و تاخر بینِ اھلِ دو محلّہ و نظیر آں از سائر امور نا لائق برخی از محرمات مزبورہ یا غیر آن در اثنائی سوگواری و تعزیہ اتفاق افتد فقط ھماں حرام است و حرمتش سرایت بعزاء حسینی نمیکند کند مثل چنانکہ کسیکہ درحال نماز بزن بیگانہ نظر عمدی کند حرام مرتکب شدہ ولی نمازش صحیح است۔''

(صفحہ 14 طلب اوّل)

غنا موسیقی اور آلات لھو ہی کی طرح سے دوسرے محلّہ والوں سے جلوس کا ٹکراؤ وغیرہ اور دوسرے تمام وہ کام جو عزاداری کے لائق نہیں ہیں خواہ مذکورہ بالا چیزیں ہوں یا اور اُن کے علاوہ ہوں اگر وہ دورانِ جلوسِ عزا اور غم جمع ہو جائیں تو صرف وہی حرام ہیں۔ اُن کا حرام ہونا عزاداری حسین علیہ السلام پر اثر انداز نہیں ہوتا۔جیسا کہ نماز کے دوران اگر کوئی کسی پرائی عورت کو جان بوجھ کرتا کتا رہے۔تو وہ فعل حرام کا مرتکب ہوتا ہے مگر اس کی نماز صحیح ہے۔''

یہ بھی واضح ہو کہ علامہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ غنا وغیرہ کا تذکرہ ایسی صورت میں فرما رہے ہیں۔ جب کہ غنا سوگواری اور عزاداری میں مخل ہو رہا ہو۔اور اُس غیر عورت کی طرح نماز سے یا عبادت سے بالکل الگ اور مختلف و متصادم چیز ہو۔ورنہ اگر غنا سے مرثیہ

پڑھا جا رہا ہو اور بینڈ باجے سے جلوس کی شان اور اثر انگیزی کا ناتا بندھا ہوا ہو تو نہ وہ غنا حرام رہے گا نہ یہ باجا ناشائستہ فعل کہلائے گا بلکہ دونوں عزاداری کا موثر جز بن کر عبادت قرار پائیں گے۔ جیسا کہ عزاداری سے باہر سینہ کوبی حرام ہے۔ باجا حرام ہے عورتوں کے کپڑے مردوں کو پہننا حرام ہیں اسی طرح غنا بھی حرام ہے۔ اور یہ سب چیزیں فتویٰ مذکور کی رُو سے جزوِ عزاداری بن کر حلال ہیں۔ اسی طرح غنا بھی حلال ہے۔ اس لئے کہ اب وہ غنا نہیں رہتا۔ بلکہ مومنین کو تڑپا دینے کا ذریعہ ماتم میں گہرا اور زوردار ہاتھ مارنے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ چار صفحات پر پھیلا ہوا یہ فتویٰ پڑھنے والا ہرگز موجودہ و مروجہ مرثیہ و نوحہ خوانی کو حرام نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے کہ عزاداری سے باہر کی حرام چیزوں کو جن وجوہات و مقاصد کی بنا پر حلال قرار دیا ہے۔ وہ غنا کو بھی شامل ہیں سنیے وہ وجوہات جو غنا کو غنا نہیں رہنے دیتی ہیں۔ ارشاد ہے:

(1) ''نیکوترین وسیلہ است برای تبلیغ دعوتِ حسینیؑ بنواحی دور و نزدیک۔''

(مطلب اوّل صفحہ 14)

مقاصد و دعوتِ حسینی کی دور و نزدیک تبلیغ کا سب وسیلوں سے بہتر اور نیک وسیلہ ہے۔''

یہ پوری عزاداری کی مروجہ اور قدیم سے چلی آنے والی رسم کو جائز کرنے کی وجہ بتائی ہے۔ پھر فرمایا کہ:

(2) ''وسیلہ گریستن و گریہ آوردن مومنین است اگر چہ تعزیہ مزبورہ موجب شود کہ مرد لباس زن بپوشد۔'' (صفحہ 16-15)

اگر مذکورہ عزاداری میں یہ ضروری ہو جائے کہ مردوں کو عورتوں کا پارٹ ادا کرنے کے

لئے زنانہ لباس پہن کر عورتوں کی طرح متعلقہ ذمہ داری ادا کرنا ہے۔جیسا کہ اس صدی میں شیعوں کی عادت ہے(علی الظہر اشکال نداشتہ باشد درِ حلیت و جواز تشبیہ و تمثیل شبیہ در آوردن چنانچہ عادتِ شیعہ در چندیں قرن بر آں جاریست کہ وسیلہ گریستن ۔۔۔۔)لہٰذا ایسا کرنا رونے اور رولانے کے لئے جائز ہے۔"اور فرمایا کہ:

(3) دھل وطبل کہ مرسوم در مواکب است ۔اگر مراد و ھدف آں اقامہ عزا است و اعلان با اجتماعِ مقیمین عزا است و تنبیہ بر سواری است کہ محتاج الیہ بعض مواکب است و ھمچنیں در برخی از ھیجا نھائی دستہ جات عربی معمولی کہ تعبیر بھوسہ مینمایند ونظیر آں پس ظاہر جواز است کما اینکہ معروف است در نزدِ ما در نجف اشرف۔"

ڈھول اور باجے جلوسوں کے اندر بجانا اگر اُن کا مقصد اور منشا یہ ہو کہ عزاداری اور مجالس کا اعلان کیا جائے ۔جمع ہونے پر اکسایا جائے اور عزاداری کے مقامات تک آنے میں مدد دینا اور جلوس کی راونگی پر متنبہ کرنا اور جیسا کہ یہاں ھمارے نجف میں عربی دستوں یا ماتمی دستوں میں ھیجان اور جوش پیدا کرتے ہیں تو یہ سب ظاہر بظاہر جائز اور مشہور و معروف ہے۔"(صفحہ 17.....15)

مومنین بتائیں اور دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ تحت لفظ مرثیہ پڑھنے اور ترنم سے مرثیہ پڑھنے کے یہی مقاصد ہیں یا نہیں؟ کیا تحت لفظ کی جگہ ترنم وہ جوش پیدا کر سکتا ہے جو تحت لفظ پڑھنے والا ذاکر پیدا کر دیتا ہے؟ اور کیا ترنم اور دردانگیز طریقہ کی جگہ تحت لفظ سے وہ نالہ وشیون پیدا ہوسکتا ہے۔جو متعلقہ ذاکر اپنی دردبھری آواز سے کر ڈالتا ہے؟ کوئی شخص جو دو ایک دفعہ بھی عزاداری کی مجالس میں نوحہ،مرثیہ تحت لفظ و ترنم کے ساتھ سُن اور دیکھ چکا ہے۔وہ خواہ شیعہ ہو یا نہ ہو۔خواہ ماتم اور مرثیہ کو جائز

سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ ہرگز اُن چشم دید اور آزمودہ حقائق کا انکار نہ کر سکے گا۔ سوائے اُن ملاعین کے جوازلی شقی ہیں۔ جو ابن زیاد اور شمر و عمر سعد کے خمیر میں سے حصہ پائے ہوئے ہیں۔ وہ ضرور انکار کریں گے۔ اور اُن کے انکار کی مومنین کو پرواہ کیوں ہو؟ جو لوگ شیعہ کہلا کر اُس اٹھارہ علما کے فتویٰ کے خلاف کہتے اور لکھتے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ وہ کون لوگ ہیں؟ اُن کا حقیقی مذہب کیا ہے؟ سوائے اس کہ کہ ہم اُن کو دشمنانِ قوم اور دشمنانِ محمدؐ و آل محمدؐ کہیں اور بتایئے کیا کہیں؟ ڈھکو کا تین چار سطروں کا بیان کس قدر زہریلا اور ایمان کے لئے مہلک تھا؟ اُس کا اندازہ اُس غریب شخص سے لگائیں۔ جسے اُس کا بے رحم دشمن چائے کی ایک دوآنے کی پیالی میں ایک روپیہ کا زہر دومنٹ میں پلا کر فارغ ہو جاتا ہے۔ اور وہ شخص اپنا سارا سرمایہ اور گھر کا سارا اثاثہ علاج پر صرف کرڈالتا ہے اور برسوں میں جا کر بھی تندرستی حاصل نہیں کرسکتا۔ اللہ اور امام زمانہ علیہ السلام کی تائید سے ہم ڈھکو کی چار سطروں کے زہر کو ایکسو ساٹھ (160) سطروں سے ایسا دفع کر چکے ہیں کہ اب قیامت تک مومنین پر کوئی زہر اثر نہیں کرسکتا۔ مگر ہمیں بہت لکھنا ہے۔ اتنا لکھنا ہے کہ ڈھکو اور اُس کا ابلیسی نظام دم توڑ دے۔ کوچہ اور بازاروں میں اور ہر مجلس عزا سے پہلے اُن دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ پر لعنت کی رسم جاری ہو جائے۔ لعنت تو ہو رہی ہے۔ مگر ابھی رسم نہیں بنی ہے۔ حقیقتاً یہ لوگ لعنت کے حقدار ہیں۔ مرنے والے تو مر گئے لیکن یہ لوگ زندہ دشمن ہیں۔ لہٰذا ڈھکو کو بولنے دیجئے اور پھر دل سخت کر کے اس کا بے رحم بیان سنتے رہیئے یہاں تک کہ ہمارا نمبر آجائے۔ لکھتے ہیں کہ:

(2) <u>مسلسل ڈھکوی بیان:</u>

''وہ جناب سید الشہداء جن کے ارشادات اور جن کے آباء و ابنا کے فرامین غنا

کوحرام قرار دینے میں کتب تفسیر و حدیث لبریز ہیں۔جنھوں نے غنا کو مورثِ فسق و فجو راور عُس النفاق،موجبِ خروج از ایمان،باعث تمرّ دوعصیان،سبب دوری اوراز رحمت کردگار قرار دیا ہے۔اورجن کی شہادت کی غرض وغایت ہی یہی تھی۔کہ شریعتِ مقدسہ کا حلال حلال رہے اور حرام حرام۔۔۔۔۔غرضیکہ وہ ہرقسم کے تغیر و تبدل احداث وبدعات سے محفوظ رہے۔''(المبلغ مذکورصفحہ 12)

ڈھکو نے سچ کی آڑ میں بیٹھ کر فریب دیا ہے

غنا کی مذمت میں جو کچھ حضرت مولانا نے لکھا وہ سو فیصد صحیح ہے۔مگر فریب یہ دیا کہ جو مذمت بیان کی گئی ہے اورجس سے حدیث اور تفسیر کی کتابیں بھری پڑی ہیں وہ محمدؐ وآل محمدؐ کے غم والا غنا ہے۔وہ وہ غنا ہے جس میں عیش پرستی ہوراگ ورنگ کے ذریعہ عورتوں اورمردوں کی جنسیات اورشہوانی جذبات کوابھارااوراکسایا جائے۔جس کے ذریعے سے پاکدامن عورتوں کو بے بس کر کے شیطانی خواہشات کی بھینٹ چڑھانے کا سامان کیا جائے۔جسے سن کر کہیں دوراپنے گھر کے بیت الخلا میں بیٹھا ہوا شخص بھی جذبات کی رو میں بہہ جائے۔جس سے خدا ورسوؐل کی عائدکی ہوئی تمام ذمہ داریاں نظر انداز ہو جائیں مختصراًیہ کہ آدمی اپنے خالق و مالک سے بے نیاز ہو جائے۔یہ غنا یعنی ایسی بے نیازی ہرحال میں حرام ہے۔خواہ گا بجا کر ہو،خواہ خاموش اشاروں سے ہو۔

قارئین ڈھکوی مجتہدین کو چیلنج کردیں۔

اُن سے کہئے کہ غنا کی مذمت میں تفسیر وحدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن ہمیں اُن لبریز کتابوں میں سے صرف ایک ایسی حدیث نکال کر دکھاؤ جس میں :

(1) امام حسین اور شہدائے کربلا علیھم السلام کے غم میں مرثیہ یا نوحہ پڑھنا حرام یا مذموم بتایا گیا ہو جس میں غنا ہو۔"

اُن سے کہہ دو کہ:

(2) تم اور تمہارے تمام شیاطین مل کر قیامت تک ایسی کوئی معصومؑ حدیث نہ دکھا سکو گے۔لہٰذا تم فریب ساز و دروغ باف ہو۔اور سنو۔" کہ

(3) "ہم تمہیں مناسب مقام پر آئمہ معصومین علیھم السلام کا عمل اور احادیث دکھائیں گے۔یہی تو سبب ہے کہ ہمارے علمائے شیعہ خیر البریہ رضی اللہ عنھم ایسے فتاویٰ دیتے چلے آئے ہیں۔جو تم نے ہمارے قلم سے دیکھ لیا ہے۔"

رہ گیا حرام اور حلال؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیثِ معصومینؑ میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی تمام ضروریات کا جواب موجود ہونا، جو نہ مانتا ہو وہ ازروئے قرآن منکرِ قرآن ہے۔منکر قرآن کا حلال بھی حرام ہے۔پھر جو شخص قرآن کریم کے نازل شدہ الفاظ میں ہر مسئلہ اور حکم جاری نہ کرے وہ فاسق ہے (مائدہ 5/47 ظالم ہے (5/45) اور آخری بات کافر ہے۔اور کافر کے منہ یا قلم سے حلال و حرام کی باتیں زیبا نہیں۔

رہ گئی بدعت و احداث؟

اس میں انہوں فریب دیا ہے۔اگر ہر بدعت و جدت منع ہوتی تو موٹر میں بیٹھنا لاؤڈ اسپیکر پر نمازیں پڑھانا۔وغیرہ لاکھوں چیزوں سے علامہ محروم رہتے لہٰذا مفید ایجادات جو معروف کے خلاف نہ ہوں جائز و مباح و لازمی ہیں۔اذان، نماز زکوٰۃ

روزہ خمس و جہاد میں سینکڑوں بدعتیں حسنہ کہہ کہہ کراُمت میں جاری ہیں اور یوں تو ملعون گروہ کے یہاں شہادت ثالثہ بھی بدعت اور گناہ ہے۔اور ملاحظہ ہو:

(3) مرثیوں کو غنا کے ساتھ پڑھنا مسجد میں زنا کے برابر ہے

''مرثیوں میں غنا کی کیفیت ثابت ہے اور حرام ہے۔لہٰذا قرآن خوانی میں اور مرثیوں میں اُس کا عذاب زیادہ سخت ہوگا (صفحہ 12)'' یہی سبب ہے کہ قرآن اور مرثیوں میں غنا کرنے کا عذاب اور عقاب زیادہ ہے۔اور (ایک ملعون کی طرف سے) یہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ'' اَلْغِنَا ءُ فِی الْمَرَا ثی کَا الزِّ نَا ءُ فِی الْمَسَا جِد ' مرثیوں میں غنا ایسا ہی ہے۔جیسے مسجدوں میں زنا کرنا ہے۔''(صفحہ 13)

یہ ہیں جناب الشیخ محمد حسین ڈھکو مجتہد العصر والزمان بتائیے وہ کون کون شیعہ مومنین ہیں جو جناب علامہ کو شیعوں کا نمائندہ عالم سمجھتے ہیں؟ جو جناب ڈھکو کے اسی مضمون کی مدح وثنا سے درنجف اخبار کے کالم سیاہ کرتے رہے ہیں۔جو ڈھکو کی کتاب احسن الفوائد کی اور خود ڈھکو کی قصیدہ خوانی ماھنامہ نور کے کالموں میں کرتے ہوئے ماھنامہ کی تنگیٔ داماں کا عذر کرتے کرتے فضائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ڈھکو اور اُس کی تصنیف کو سرمایۂ ایمان قرار دیتے ہیں۔اور بارہ سال بعد اُسے فساد انگیز کتاب لکھ رہے ہیں۔اسی قسم کے شیعہ علما نے مسٹر ڈھکو کو جرات دلائی اُسے اور اس کے ناپاک مشن کو پھیلنے میں مدد دی ذرا اُن علما کے نام ڈھکو کی کتاب اصول الشریعہ کے صفحات (255.....248) میں پڑھ کر دیکھیں اور سوچیں کہ جس قوم کی باگ ڈور اس شاندار قسم کے علما نے سنبھال رکھی ہو اُس کی کشتی کیوں نہ ڈوبے گی؟ کیوں نہ اُس قوم میں ڈھکو جیسے مجتہد اپنا کاروبار چلائیں گے؟ وہ لوگ ڈوب مریں جو ترنم سے مرثیہ بھی

پڑھتے اور سنتے ہیں ماتم بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ڈھکو کو اپنا عالم سمجھ کر اُس سے مجالس بھی پڑھواتے ہیں۔ اس کے ہاتھ چومتے ہیں۔ اس کی طرفداری میں قد آدم پوسٹر شائع کرتے ہیں اور علمائے حق کو گالیاں لکھتے ہیں۔ آیئے اپنی صورت اپنے اُس عالم کے پیش کردہ آئینہ میں دیکھئے۔ آپ سے مخاطب ہیں:

(4) شیعوں کے گھروں سے غنا (زنا) کی آوازیں

''آج کل شیعہ ہونے اور اھلبیتؑ کی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے گھروں سے بجائے قرآن خوانی کی آواز کے گانے بجانے کی آوازیں تو بلند ہوتی ہی تھیں۔ لیکن ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ آج جو مجالسِ عزا اُن ہی سید الشھدا کے متعلق برپا کی جاتی ہیں۔ اُن میں بلاخوف وخطر غنا (زنا) کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ اُسے (زنا یا غنا کو) گناہ سمجھ کر عمل میں لایا جاتا ہو۔ بلکہ اُلٹا غنا یا زنا کو موجب تقرب خدا اور باعثِ خوشنودی رسولؐ و آئمہ ھدیٰؑ ہی سمجھا جاتا ہے۔ لا حول و لاقوۃ اِلا باللہ۔'' (صفحہ 12)

قارئین غالبًا یہ انتظار فرما رہے ہیں کہ ڈھکو کے ان بیانات پر ہم بھی کچھ عرض کریں۔ لیکن ہم یہ انتظار کر رہے ہیں کہ مومنین سر جھکا کر ڈھکو کے منہ سے نکلے ہوئے اُس فضلہ کو ٹھیک سے دیکھ لیں اور وہ بیان سُن لیں کہ جس کو لکھتے ہوئے ہم ایسے موڈرن بے باک ڈاکٹر کو بھی شرم آرہی ہے۔ یقین کیجئے کہ جب یہ بیان لکھا گیا ہوگا۔ اُس وقت بھی اور آج جب کہ ہم اُسے نقل کریں گے ارواح حضرات معصومینؑ تڑپ رہی ہوں گی۔ اُنؑ پر اور اُن کے سوگواروں پر اُن کے انصار اور دوستداروں پر مظالم کے جدید اور انوکھے انداز سُنے پڑھے اور دیکھے۔ مگر جو بیان آپ اب پڑھنے والے ہیں وہ اپنی قسم کا پہلا، انوکھا اور بڑا بے رحمانہ اسلوب ہے۔ اُسے لکھنے والے کی راتیں

یقیناً قحبہ خانہ میں گزری ہیں۔اُس نے اپنی پوری زندگی کی بدکاریوں کا نچوڑ اس بیان میں بھر دیا ہے۔وہ گناہ اور محرومی کی ہر منزل سے ترستا اور تڑپتا گزرا ہے۔اس نے اپنی تمام خون گشتہ تمناؤں کو سامنے رکھ کر یہ مضمون لکھا ہے۔اُس نے اپنی جنسی نامرادیوں کا پورا پورا انتقام عزاداری حسینؑ سے لیا ہے۔قارئین ہی کو نہیں بلکہ اس بیان دینے والے شخص نے تمام عزادارانِ حسین علیہ السلام کو اپنی ناپاک اور تقدس میں گھٹی ہوئی نفسیات و جنسیات کی عینک سے دیکھا ہے۔یہ بیان پڑھتے ہوئے آپ کے سامنے ایک تسبیح بدست،عبا بردوش وعمامہ برسر۔چیں بجبیں علامہ آئے گا اور اپنی مقدس کہانی اور تجربہ یہ کہہ کر سنائے گا کہ:

(5) ڈھکو صاحب کے بزرگ کی زبانی آپ بیتی کہانی

’’شیطان کے جلی (کُھلے) دھوکوں میں ایک امر یہ بھی ہے کہ بعض اوقات وہ اشخاص جو بوجہ ظاہری تقدس کے اعلانیہ گناہ نہیں کر سکتے۔اُنہیں کَسَالت (سستی) و ملامت (رنج) دور کرنے اور فرحت و نشاط حاصل کرنے کے لئے نفس اَمّارہ اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ کسی حکمت آمیز شعر یا مرثیہ کو لے کر گنگنائیں۔یا کسی ایسے شخص کے پاس چلے جائیں جو ایسا کرتا رہتا ہو۔اور بسا اوقات مذکورہ بالا مقصد کے لئے یعنی عیاشی کے لئے وہ ایک مخصوص مجلس کا انعقاد (قیام) بھی کر دیتے ہیں۔تاکہ اُس میں گانے بجانے والوں کو حاضر کر سکیں۔اور اُس کا نام رکھتے ہیں مجلس مرثیہ پھر اُنہیں اس میں وہ لطف و سرور حاصل ہوتا ہے۔جو چنگ و رباب کے بجانے سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔اور بعض اوقات اس اثنا میں وہ رو پڑتے ہیں۔بوجہ اُن ھموم و غموم کے جو قوائے شھویہ کی مرغوب اشیاء کے مفقود ہونے کے سبب سے نفس میں مرکوز ہوتے ہیں۔اور بوقت

سماعِ مرثیہ یاد آجاتے ہیں۔لیکن بایں ہمہ یعنی شہوت رانی کے خیالات کے باوجود وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ مرثیہ سیدالشھدؑ میں گریہ وبُکا کرکے جنت کے درجات عالیہ پر فائز ہورہے ہیں۔حالانکہ وہ اپنے تئیں جہنم کے گڑھوں میں گرارہے ہیں۔ہم شیطان رجیم اور قابلِ ملامت ھستی کے شرانگیز طریقوں (سیدالشھدا کے مرثیہ) سے بچنے کے لئے بارگاہِ ایزدی میں پناہ لیتے ہیں۔''

(المبلغ مذکور یعنی فروری 1964 صفحہ 13-12)

بیان مسلسل جاری ہے:

''سرکار شیخ اعلی اللہ مقامہ کے یہ تاثرات آج سے تقریباً ایک سو برس پہلے (1864) کے ہیں۔اور وہ بھی عراق کی سرزمین میں بیٹھ کر وہاں کی مجالس عزا کے متعلق۔اگر مرحوم شیخ آج کی حالت کا اور وہ بھی پاکستان کے شیعوں کی مجالس عزا کی ذاکری کا مشاھدہ کریں تو نہ معلوم اُن کی کیا کیفیت ہوجائے۔''(المبلغ صفحہ 13)

پہلے جناب ڈھکو کی پریشانیاں

جس طرح یزید نے خاندانِ رسوؐل کو تہہ تیغ کرنے کے بعد اپنے بزرگوں کو یاد کیا تھا۔اور وہ چاہتا تھا کہ وہ سربراھانِ قوم کو جو ڈر ڈر کر اور بڑی احتیاط سے محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیھم کے اقتدار کو ختم کرنے میں مصروف رہے تھے۔یزید کے پاس آکر دیکھیں کہ اُس نے اُن شیوخ قوم کی تمنا پوری کردی ہے۔وہ صرف تلوار گھما کر رہ گئے مگر ایک شخص کو قتل نہ کرسکے مگر اُس نے اس خاندان کے بچوں تک کو قتل کردیا۔وہ گھر میں آگ لگا نہ سکے یزید نے خاندانِ رسوؐل کو گھر سے پہلے بے گھر گیا اور آخر اُن کے خیمے لوٹ کر جلا دئے۔بالکل اُسی طرح جناب ڈھکو صاحب اپنے چاروں طرف

عزاداری حسین علیہ السلام سے گھبرائے ہوئے ہیں۔وہ دیکھ رہے ہیں کہ گھر گھر اور ہر گھر میں مجالس امام حسینؑ برپا ہوتی اور بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔کربلا کا پس منظر طرح طرح سے سامنے رکھ دیا ہے۔وہ تمام خفیہ اور زمین دوز کوششیں اور منصوبے ان مجالس عزا نے کھول کر رکھ دیئے۔شبیہوں اور تمثیلوں کے ذریعہ وہ تمام اعمال وحرکات ڈرامہ کی طرح میدانوں میں پیش کئے جا رہے ہیں جو یزید کے بزرگ راہنماؤں نے انجام دیئے تھے اور خانوادۂ رسولؐ کو کربلا تک لانے کا نظامِ عمل جاری کیا تھا۔وہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ تم تو مظلوموں کا رونا پسند نہ کرتے تھے۔رونے والوں کو گھر سے نکال دینا چاہتے تھے۔مگر اب یہاں تمہاری تمام کوششیں بے نتیجہ ہو چکی ہیں۔ہر فریب کھل چکا ہے۔غنا کو حرام اور زنا کہنا بے کار ہو گیا ہے۔چودہ سو سال کی تمام محنت وانتظام ناکام ہو گیا ہے۔قارئین یہ بھی نوٹ کریں کی ڈھکو اور اُن کا یہ بزرگ دونوں اپنے اپنے زمانہ میں ناکام ثابت ہو گئے۔وہ سو سال پہلے عراق و ایران و کربلا اور نجف کی عزاداری ، مجالس و ماتم کا ثبوت دے کر واصل جہنم ہوا۔اور ڈھکو اپنے زمانہ کے عزاداروں اور سوگواروں کا گواہ بن کر رہ گیا۔یوں یہ مخالفانِ محمدؐ وآل محمدؐ ثابت کرتے چلے جا رہے ہیں کہ تمام علمائے شیعہ اور تمام محبانِ اھلبیتؑ ہر زمانہ میں عزاداری، مرثیہ،نوحہ، ماتم اور شبیہوں کو قائم رکھتے اور ترقی دیتے چلے آئے ہیں۔ڈھکو یہی تو کہہ رہا ہے کہ اے میرے شیخ اچھا ہوا کہ تم مر گئے ورنہ اگر آج میرے زمانے میں اگر تم موجود ہوتے تو شیعوں کے مرثیوں اور ماتم سے دہل کر دم توڑ دیتے ورنہ یہ لوگ تمہارے مذکورہ بالا بیان پر تمہیں شمر سمجھ کر مار ڈالتے۔

ڈھکو کے شیخ پر ہمارا بیان سنیں۔اور ڈھکو سے داد لیں

استاد المجتہدین نے اپنے پورے بیان میں نہ تو شیعہ عالم کا ذکر کیا اور نہ شیعہ امیروں، رئیسوں اور نواب صاحبان کو زیر بحث لائے۔نہ قوم کے بدکاروں پر تنقید اور آزاد خیال افراد پر تنقید فرمائی۔ بلکہ جو کچھ لکھا اُس میں اُن کے رُو برکوئی ایسا مقدس شیعہ بزرگ ہے۔جو اپنی ہمہ گیر شہرت کی وجہ سے نہ تو کھل کر عیش کر سکتا ہے۔نہ رنڈیوں میں جا سکتا ہے۔اس لئے کہ اُسے اور اُس کے بلند مقام کو،اُس کی مقدس پوشاک اور صورت کو سب پہچانتے ہیں۔یعنی وہ اپنی ریاکارانہ نمائش کی بیڑیاں پہنے ہوئے ہے۔ذراسا غیر متوقع عمل اُسے چاروں طرف سے مطعون کرا سکتا ہے۔جس کا ھنسنا اور قہقہہ مارنا بھی قابل اعتراض ہو وہ کس منہ سے کسی عورت یا مرد کو اپنی جنسی بھوک رفع کرنے کو کہہ سکتا ہے؟اگر اُسے تقدس کی یہ بیڑیاں پہننے پر مامور نہ کیا گیا ہوتا؟ تو وہ عزت اور بے عزتی اور بدنامی کی پرواہ کئے بغیر عیاشی کے اڈوں میں جاتا۔ پکچر دیکھ کر دل بہلاتا۔رنڈیوں اور کسبیوں کی کمائی میں مدد دیتا اور حسبِ حیثیت حسن و جمال خریدتا اور دادِ عیش وعشرت دیتا۔اگر وہ رئیس ونواب ہوتا تو اپنے بنگلہ پر حسینانِ جہاں کا جھمگٹا رکھتا۔رقص وسرور کی محفلیں آراستہ کرتا۔دن بھر شھوانی جذبات کو ابھارتا رات بھر شھوت کے بھڑکتے ہوئے انگاروں پر مہوشوں اور ماہ لقاؤں کا شربتِ وصل چھڑکتا۔اگر یہ تقدس کی زنجیریں نہ ہوتیں تو اپنے تمام وسائل اور اپنی پوری قوت و بصیرت اپنی جذباتی تسکین کے لئے بے دریغ و بے خوف استعمال کرتا۔اپنے خلوت کدہ کو حسینانِ جہاں وقیامت خیز رقاصاؤں سے رونق بخشتا۔وہ جس حسینہ کو چاہتا ہم آغوشی کی عزت بخشتا۔مگر ہائے افسوس !ھائے بدقسمتی کہ وہ بچپن ہی سے متقی و پرہیز

گار بننے کی راہ پر چلایا گیا۔اُس کی نیک چلنی مشہور کر دی گئی۔اُس کی شرم وحیا،کم گوئی اور پاکیزگی،عدالت وشرافت کے قصے گھڑے گئے۔اھل خبرہ یعنی خانقاہی چمچوں کے توسط سے اس کے علوم وفنون کی شہرت پھیلائی گئی۔جنسیات سے نفرت پارسائی سے رغبت کے افسانے لکھے اور گھر گھر پہنچائے گئے اور یوں اُسے چاروں طرف سے گھیر کر فرشتہ خصلت بنا دیا گیا۔اس کی زندگی پر کھلنے والا ہر انسانی وجذباتی دروازہ بند کر دیا گیا۔اُسے عوام الناس میں حلقہ احباب میں ،اور اعزّا و اقربا میں درباروں ، سرکاروں، اور ارباب حکومت میں نیک، پارسا،متدیّن ،باشرع ، عادل،نمازی و پرہیز گار وتہجد گزار وامام جمعہ و جماعت،خطیب آل محمدؐ،عالم ومجتہد وفقیہ متکلم وجانشین انبیاؑ، کے مقدس القاب وصفات میں باندھ کر رکھ دیا گیا۔لیکن وہ آدمی تھا۔تمام خداداد جذبات رکھتا تھا اور علم وادب نے اُن جذبات میں مزید جلا اور رنگینی بھر دی اور اُس پر طرہ یہ کہ وہ کسی تہہ خانے میں قید نہ تھا وہ چلتا پھرتا تھا اُسے بازاروں میں سے بھی گزرنا پڑتا تھا۔لوگ اُس کے پاس آتے تھے ۔بیوہ عورتیں مدد کے لئے جوان عورتیں شوہروں سے انصاف کے لئے۔ہر عمر کےلڑکے پڑھنے کے لئے ۔وہ اپنی آنکھیں بند نہ رکھ سکتا تھا۔وہ حسین چیزوں کو دیکھتا تھا قلب اثر لیتا تھا۔قوت شھوانیہ موجود تھی وہ بھڑکتی تھی ۔عمدہ خوراک ،شاندار اور خوشبو سے معطر لباس ،ابھرتی ہوئی جوانی زور مارتی تھی ۔دل پر چھریاں چل جاتی تھیں ۔ارادہ آگے بڑھتا تھا۔مگر تقدس کی مجبوریاں لٹھ لے کر سامنے آ کھڑی ہوتی تھیں ۔القاب وشہرت چشم نمائی کرتے تھے۔دل مسوس کر رہ جاتا تھا۔حسرتوں کا خون ہو جاتا تھا۔محبت بھرے جذبات قتل ہو جاتے تھے۔ مقدس ذھن میں صفِ ماتم بچھ جاتی تھی ۔جذبات اور جوانی کے ولولے اور تمنائیں

اپنی نامرادیوں کا مرثیہ سناتی تھیں۔ آخریوں حسرتوں اور تمناؤں کا یہ جنازہ دماغ کے گورستان میں خاموشی سے دفن کر دیا جاتا تھا۔ یا بالفاظ حضرتِ شیخ جی نفس میں مرکوز ہو کر رہ جاتا تھا۔ پھر ایک دفعہ ایسا نہیں ہوا، دعوتوں میں، مسجد جاتے ہوئے، درس کے دوران لڑکوں سے آنکھ ملاتے ہوئے، حج اور زیارات کے مجمعوں میں سے گزرتے ہوئے۔ نماز کے بعد مختلف سن وسال کے نمازیوں سے ہاتھ ملاتے ہوئے اِس قسم کے سینکڑوں ارمان اور ہزاروں تمنائیں حُسن وتقدس کے ہاتھوں قدم قدم پر قتل ہوتیں۔ دم توڑتیں اور اُن کے خوں گشتہ جنازے یا میتیں ذھن یا نفس میں دفن اور مرکوز ہوتے چلے گئے۔ اگر یہ شخص آزاد ہوتا اور تقدس کی بیڑیاں پیروں میں نہ ہوتیں؟ تو یہ مجتہد بھی وہی کچھ کر گزرتا جو عوام یا رؤسائے قوم کے لئے اسی قسم کے علما نے مشہور کر رکھا ہے۔ اور اگر یہ مجتہد صرف ظاہری طور پر اور محض اپنی حد تک مقدس مآب ہوتا اور نظام اجتہاد نے اس کی مقدس مآبی کو شہرتِ عام نہ دے دی ہوتی؟ تو وہ بھی رات کے پردہ میں دبے پاؤں گھر سے نکلتا۔ بھیس بدلتا۔ کہیں مناسب مقام پر پہنچتا چاردیواریوں کے پیچھے اپنی حسرتیں پروان چڑھاتا۔ مگر ہائے افسوس اُسے اس طرح مجبور کیا گیا کہ وہ خدا کی چوری کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکے مصنوعی مذھب خودساختہ پابندیاں گردن کا ہار تھیں۔ غیر انسانی اور بے دینی کا مصنوعی تقدس زنجیر پا تھا۔ اِس لئے اُس خود کاشتہ مقدس مجتہد نے اپنی فطری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک مجتہدانہ طریقہ ایجاد کیا اور بقولے شیخ اپنے نفس میں مرکوز اُن تمام خوں گشتہ تمناؤں اور ھموم وغموم اور دبی ہوئی شہوتوں کو آنسوؤں کی صورت میں بہا دیا۔ اور بدقسمتی یہ کہ ساری عمر کی ریاضت و عبادت اور تقدس سمیت بقول شیخ جہنم واصل ہوا۔ انا لِلّٰہ واِنا الیہ رٰجعون. ولا

حول ولا قوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم۔

شھوت رانی کے چند مجتہدانہ اور قدیم طریقے

قارئین نے دیکھا کہ ہم نے جنابِ ڈھکو کے بزرگ استاد کے بیان کی ذیل میں، اِن لوگوں پر گزرنے والے فطری حالات کی وہ قدرتی تصویر کھینچ دی ہے۔ کہ اُسے ہر اُستاد آپ بیتی کہنے پر مجبور ہوگا۔ اور جب بھی ہمارے قارئین کے سامنے کوئی مصنوعی تقدس کا بنڈل آئے گا۔ وہ اُس تصویر کی مدد سے شیعوں کے حقیقی علمائے کرام اور علماسُو میں فوراً تمیز کرکے دونوں کو الگ الگ پہچان لیں گے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ جناب ڈھکو اور اُن کی قسم کے دوسرے پیشہ ور لوگوں کے وہ طریقے لکھیں جو اُنہوں نے شھوت رانی اور نفس پرستی کے لئے مذہب کا رنگ چڑھا کر اختیار کئے ہیں تا کہ مزید یقین واطمینان ہوجائے کہ علما نام کے یہ جانور لذت اندوزی کا جو الزام امام حسین علیہ السلام کے عزاداروں اور سوگواروں پر عائد کرتے ہیں حقیقتاً وہ طریقہ ایسے ہی مقدس مآب لوگوں کا پسندیدہ طریقہ ہے۔ اور یہ لوگ اُسی طریقہ پر شھوت رانی اور لذت اندوزی کرتے ہوئے جہنم واصل ہوتے ہیں۔ آیئے مولانا محمد حسین صاحب کا بیان کردہ طریقہ دیکھئے:

(6) خیال اور تفکر کی راہ سے کنواری دوشیزہ لڑکیوں سے لطف اندوزی

مولانا ڈھکو اپنے ایک بزرگ کی کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے ماھنامہ المبلغ (ماہ مارچ 1964) میں لکھتے ہیں:

''مطالعہ وکتب بینی اور اُس سے حاصل شدہ نتائج کی لذت ایسی ہے کہ اھلِ ذوق کہا کرتے ہیں کہ:

" لَذَّ تُ الْاَ فْکَا رِ خَیْرٌ مِنْ لَّذَّ تِ الْاَبْکَا رِ "اور جب وہ اس لذت سے لطف اندوز ہونے لگتے ہیں ۔تو انہیں نیند ایسی لذیذ چیز بھی بھول جاتی ہے۔اور وہ بادشاھوں کے لذائذ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔"(صفحہ 173)

جس زمانہ میں ڈھکو خود پٹاخہ تھا

مولوی صاحب لکھنے کو تو یہ عربی کا جملہ لکھ گئے لیکن ابھی کم سِن تھے، غالباً بچپن اور زمانہِ تعلیم میں کوئی شیریں تجربہ نہ ہوا تھا۔لہٰذا اُس وقت تک شرم وحیا اور کچھ نسوانیت باقی تھی ۔چنانچہ ادبیت نے وہ جملہ لکھوا لیا۔مگر ذرا غور کر کے شرما گئے ،اور ترجمہ نہ کر سکے۔ہم قارئین کرام کو اُس جملہ کا ترجمہ سناتے ہیں۔اور پھر علامہ ڈھکو والے اھلِ ذوق کا اصل مقصد بتائیں گے۔ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ:۔"غور وفکر کی جولانیوں کے دوران مفکرین کو جو لذت ملتی۔وہ دوشیزہ لڑکیوں سے جنسی تعلق کے دوران ملنے والی لذت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔"

ہمارے نوجوان قارئین کو تو اسی میں مزا آ گیا ہوگا۔لیکن وہ اُس اسکیم کو نہ سمجھے ہوں گے جو اس جملے کے پسِ پشت کار فرما ہے۔اور وہی اس فنّی اور ماھرانہ جملہ کی جان ہے۔آیئے چند باتیں اور سمجھیں۔یہ مفکرین کا جملہ ہے۔سالھا سال کے تجربوں کا نچوڑ ہے۔مجتہدانہ طرزِ تعلیم اور اسلوبِ حیات کا سمٹا ہوا نقشہ ہے۔بڑے پیچ دار مطالب اور راز و رموز کا حامل ہے۔کہنے کو تو صرف چھ الفاظ پر مشتمل ہے۔لیکن ایک شخص کا ھول ٹائم (WHOLE TIME) مجتہد بنانے اور دن رات مسائل گھڑتے رہنے کے لئے ایک پورا دستور العمل ہے۔

مجتہد مفکرین کے ماہرانہ جملے کی توجیہات

اوّل۔ آپ جانتے ہیں کہ حقیقی معنی میں درجۂ اجتہاد یا فقاہت تک پہنچتے میں بڑے ذھین وفطین شخص کوکم ازکم بیس (20) سال اُس صورت میں لگتے ہیں۔ جب کہ بچپن دینی ماحول میں گزرا ہو۔ ہوش سنبھالنے کے ساتھ ہی علمی اصطلاحات کانوں میں پڑنا اورفنی بحثیں سننا شروع ہوگئی ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ درسی تعلیم، نزدیک ودور کے سفر، غیرممالک میں قیام، ماں باپ اور گھر کی سہولتوں سے محرومی، تجرد کی ثقیل اورسخت گزار زندگی، کالی کالی اور لمبی لمبی راتیں۔ تنہائی اورطویل مباحث کا مستقل مطالعہ، سِن وشعور کے ساتھ ساتھ جذبات واحساساتِ جنسی میں ترقی اور فقہ میں جنسیات کی بحثیں۔ شبِ زفاف اورخلوت کے مسائل۔ عورتوں کی صفات وپسندیدہ خصائل کا بیان لازم ہے کہ طبیعت میں ھیجان پیدا کرے گا۔ کچی عمر میں پڑھا ہوا وہ جملہ بار بار یاد آئے گا۔ اب نئے سرے سے اُس جملہ پر مقصدی غور کیا جائے گا۔ جملہ کہتا ہے۔ کہ اگرتم تفکر وتصور میں منہمک ہوجاؤ تو وہ لذت ملے گی۔ لہٰذا جہاں جذبات بھڑک اٹھیں گے وہیں تصورات جم کررہ جائیں گے۔ مزید تفکر وہ نظارہ سامنے رکھ دے گا۔ اوراگراب بھی جذبات سرکشی کررہے ہوں تواس کے بعد کا غور وفکر وتصور اس نظارہ میں شریک بن جائے گا اوراب وہ بند کھل جائے گا جو بےچینی کا سبب تھا۔ اور بقول شیخ اُس وقت تک کا جمع شدہ خلل انداز ہونے والا سامان چپکے سے بہہ جائے گا۔ یہ صورتِ حال رفتہ رفتہ بطورِ عادت رفیقِ مطالعہ اورغور وفکر بن جائے گی۔ اوردو شیزہ سے یہ لذت بداھتاً بہتر ہے کہ نہ حمل ونقل نہ پھل نہ نسل نہ تعلیم وتعلّم کوروکنے والی کوئی اوردلدل۔ نہ جہیز نہ مہر نہ بارات کہ ھلچل۔ نہ ناقص العقل کی صحبت کا خطرہ نہ

زندگی میں اُس کا عمل دخل۔ پوری زندگی کو حصولِ علم و معرفت میں گزار دینے کا بہترین حل، نہ تُو تُو مَیں مَیں نہ گَل گَل۔

دوم: جب یہ جملہ بچوں کے سامنے بولا جائے گا۔تو وہ اپنی معصومانہ سرشت اور بچگانہ عادت کے ماتحت کئی سوالات کریں گے۔افکار فکر کی جمع ہے۔کیا یہ وہی فکر ہے جس سے آدمی کمزور ہوتا چلا جاتا ہے؟ وہ فکر تو بہت بُرا اور بدمزہ ہونا چاہیے جو انسان کی صحت کو خراب کر دے؟ اُس میں لذت کیوں ہوگی؟ کہاں سے آئے گی؟ کیا ایسی ہی لذت ہوگی جیسی گلاب جامن یا حلوے میں ہوتی ہے؟ پھر یہ ابکار کیا ہوتا ہے؟ کیا یہ وہی معنی رکھتا ہے جو اَبْکَر مِنْ غُرَ ابٍ کے ہیں۔یعنی وہ تو کوے سے بھی سویرے سو کر اٹھ جاتا ہے؟ یہ موقعہ ہوگا کہ استاد اپنی فراست سے کام لے اور طلبا میں سے زیادہ مناسب اور زیادہ دلچسپی لینے والے کو سمجھ کر انتخاب کرے اور وہ مواقع فراہم کرے کہ بلا نقصان و خسارہ کے اُس معصوم شاگرد کو عملی تجربہ ہو جائے اور وہ اُن تمام دقتوں سے محفوظ رہے۔ جو ہماری پہلے (اوّل) توجیہ میں پیش آنا ممکن تھیں۔تا کہ وہ بلا غل و غش اپنی پوری زندگی تعلیم و تعلّم کے وقف کر دے اور اپنے اساتذہ کی جاں فشانیوں اور سخت کوشیوں کی قدر کرے اور علمی بلوغ تک اُن کا رفیقِ حیات اور بعد ممات اُن کا ورثہ دار بنے اور انسانی نفسیات کو بڑے شیخ سے بہتر بیان کر سکے۔

سوم: آپ جانتے ہیں کہ جس معیار کے علما کا جملہ زیرِ تشریح ہے۔اسی معیار کے علما نے اس کائنات کی کروڑوں چیزوں میں سے تین کو خاص اہمیت دی ہے۔اور نہ صرف اہمیت دی ہے بلکہ اُن ہی تین چیزوں کو پوری انسانیت میں ہر جھگڑے اور ہر فساد کی بنیاد بتایا ہے۔یعنی۔

زر،   زمین،   اور زن

اور دنیا جانتی ہے۔ کہ ان میں سے زن یعنی عورت زیادہ اہم ہے۔ وہ دونوں بے جان و بے سمجھ ہیں۔ انہیں جس جگہ چاہیں استعمال ہوتے ہیں نہ انکار کرتے ہیں۔ نہ تکلف جانتے ہیں۔ نہ رشک وحسد و انتقام سے سروکار۔ نہ کہیں آنے جانے اور رہنے پر اختیار۔ اِن کے برعکس عورت! پناہ بخدا۔ خدا کا شاھکار۔ زمین وزر وقلبِ اھلِ ذوق اس کے قدموں پر نثار۔ چنانچہ جب وہ سُنے گی کہ تمام دانشورانِ قوم اور مفکرانِ انسانی نے عملاً ایک ایسا نظام حیات قائم کرلیا ہے۔ جس میں عام عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ دوشیزگان اولادِ آدم سے زیادہ لذیذ ومفید چیز موجود ہے اور درسگاہوں سے اس نظامِ حیات کو عام کیا جارہا ہے تو وہی زن زناٹے کے ساتھ شیخ اور شیخی تعلیمات کے قدموں پر سرِ نیاز جھکا دے گی۔ اور اس ابلیسی سجدہ کے بعد زر اور زمین خود بخود شیخی اداروں کا طواف کرتے نظر آئیں گے۔ چنانچہ آج تمام سرمایہ داریاں اور سب اجارہ داریاں اپنے تحفظ کے لئے شیخ کی طرف نظریں جمائے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ حکومتیں اُس کے اشاروں پر ناچتی رہی ہیں۔ ایک ملت شیعہ اس سے باغی ہے اور ملتِ شیعہ کی طاقت اور تحفظ کا راز عزداریِ امامؑ مظلوم میں مضمر ہے۔ اور عزاداری کا قیام اُس کی بقا اور ترقی کا راز مروجہ مرثیہ اور چھریوں اور تلواروں کے ماتم میں ہے۔ تمام محبانِ اہلبیتؑ اور اثنا عشری مومنین سنیں اور گواہ رہیں کہ زیرِ بحث عزاداری کا مٹانا اور اُسے کمزور کرنا دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؑ کا سب سے بڑا اور اوّلین مقصد ہے۔ عزاداری ہی نے اُن کی یکجہتی اور اُن کی حکومت کو تباہ کیا ہے۔ عزاداری ہی کی مخالفت کی بنا پر اللہ نے اُن کی تمام قوتیں سلب کرتے چلے جانا طے فرمایا ہے۔ اور انہیں سب سے بڑا فقیر وگداگر بنایا

ہے۔وہ دن رات عزداری کو کمزور کرنے کی کوشش کرتے آرہے ہیں۔اُسی کو ختم کرنے کے لئے شیعہ مذہب میں پھوٹ ڈالنے والے علما تیار کئے جاتے ہیں۔شیعہ علماخریدے جاتے ہیں۔کرائے پر لئے جاتے ہیں۔اُن سے غنا کی آڑ میں مرثیہ کوزنا کہلوایا جاتا ہے۔زنجیر کا ماتم کرنے والوں کو شیعوں سے الگ ایک گمراہ فرقہ اور گروہ بتایا جاتا ہے(المبلغ مارچ 1964 صفحہ 7)شیعوں کے اسی فیصد(80%)مومنین کو شیخ کے باطل مذہب کا پیرو کہا جاتا ہے۔سنو!سنو!اورغور سے سنو کہ اگر تم نے نجف، کربلا اور ایران میں سوسال پہلے ہونے والی عزاداری کواز سرنو قائم نہ کیا۔اور جس طرح گزشتہ سوسال سے تم مخالف پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر کئی ایک رسوماتِ عزاداری کو خیر باد کہتے چلے آرہے ہو۔اگر اسی رفتار پر چلتے رہے۔تو تمہاری نسل تک مٹا کر رکھ دی جائے گی۔تم ایک بھولی بسری کہانی بھی نہ رہو گے۔لہٰذا اٹھو مخالف کا شرک وبدعت وشیخیت شیطان کے حوالے کردو۔اور بے دھڑک اُن تمام رسومات کواز سرنو قائم کرو جو علامہ محمد حسین الغروی النائنی رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھ (اٹھارہ) (18) علمائے شیعہ خیر البریہ رضی اللہ عنھم نے اپنے فتویٰ میں بیان کی ہیں۔ہم وہ فتویٰ شائع کر چکے ہیں۔لیکن چاہتے ہیں کہ یہ کتاب اُن علما رضی اللہ عنھم کے نام کے ساتھ زندۂ جاوید ہوجائے۔اس مقدس مقصد کو سامنے رکھ کر ہم وہ فتویٰ بھی کتاب میں شامل کررہے ہیں۔پھر ڈھکو سے بات کریں گے۔

عزادارئ امامؑ مظلوم میں کون کون سی رسومات جائز ہیں؟

(18بزرگ ترین علما(رض) کا 51سال سے فتویٰ)

چند صفحات قبل ہم نے جناب حجۃ السلام السید جلیل ابن الحاج حجۃ الاسلام

السید عبدالحیٔ الطبا طبائی (اعلی اللہ مقامہ) کے قلم سے اُن اٹھارہ قدیم و جدید علما کی فہرست پیش کی تھی جنہوں نے مندرجہ فتویٰ کی تصدیق کی ہے۔اس فتویٰ کا پس منظر یہ تھا کہ ڈھکو کی قسم کے چند مجتہدین شیعہ نقاب پہنے ہوئے بصرہ،عراق و ایران و مصر و بیروت اور دوسرے مما لک میں مروجہ ماتم و مرثیہ کو حرام و بدعت کہہ کر عزاداری کو ختم کرنے اور اثنا عشری مومنین میں پھوٹ ڈالنے کی مہم زور و شور سے چلا رہے تھے۔ اشتہارات میں نئے نئے انداز سے فتاویٰ شائع کرتے تھے۔مواعظ و مجالس میں مسٹر ڈھکو کا سا طریقہ بر سر کار لا رہے تھے۔آخر مومنین نے تنگ آ کر چاروں طرف سے جناب حجۃ الاسلام و مرجعِ خواص و عوام حضرت محمد حسین الغروی النائینی رضی اللہ عنہ کے حضور نجف اشرف میں خطوط ارسال کئے اور مرکزی فیصلہ طلب کیا۔سرکار شریعتمدارؒ کا جواب اور فیصلہ نوٹ فرمالیں اور اُسے شائع کرا کے ہر مسجد اور امام بارگاہوں اور مومنین کے اجتماع کے مقامات پر آویزاں کر دیں اور ہر مومن تک پہنچا دیں۔اور ڈھکو اور دیگر دشمنانِ محمدؐ و آل محمدؐ کو دکھا کر اُن کا منہ بند کر دیں۔فتویٰ ملاحظہ فرمائیں ارشاد ہے کہ:

سپس از سلام بر بزرگواران کہ اقامت در بصرہ و نواحیِ آن دارند۔مخابرت تلگرافی و دستخط ھائی کہ راجع بسوال از مواکبِ عزاءِ حسینیؑ است از کرادۂ شرقی زیارت شد۔ومَا ھَم بحمد اللہ کسبِ بھبودی کردہ نجف اشرف و معاودت نمودیم۔حال پاسخ پُرسشھائی مزبور خواھیم داد در ضمن چند مطلب۔

بصرہ اور اردگرد کے شہروں کے باشندوں کے نام

جو بزرگوار بصرہ اور گردونواح کے شہروں میں آباد یا قیام پذیر ہیں۔اُن سب پر

سلام کے بعد واضح ہو کہ آپ حضرات کے اطلاعی ٹیلیگرام اور خطوط مشرقی دروازہ کی چوکھٹ کے نیچے پڑے ہوئے ملے اور میں نے اُن کی زیارت کی۔ اُن سب میں امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور جلوسوں کے متعلق سوالات ہیں۔ میں نے اُن خطوط کی زیارت کی۔ خدا کا شکر ہے کہ میں بھی امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے مستفید ہو کر نجف میں واپس پہنچ گیا ہوں۔ اور اب مذکورہ سوالات کا جواب چند الگ الگ صورتوں میں دینا چاہتا ہوں۔

مطلب اوّل

بیرون آمدن ''مواکب'' (یعنی دستہ ھائی سینہ زنی) در دہ محرم الحرام و مانند آن از وفیات در طرق وشوارع وکوچہ ھا شبھہ واشکال در جائز بودن آن ورجحان آن نیست۔ واینکہ بہترین مظاھرا قامہ تعزیہ حسین مظلوم (ع) ونیکوترین وسیلہ است برائی تبلیغ دعوت حسینیؑ بنواحی دورونزدیک۔ ولی لازم ومتحتم است کہ چنیں شعارِ بزرگ کہ نحوی از عبادات محسوب است مُنزہ شود از اموریکہ لایق بساحتِ آن نیست۔ مانند غنا واستعمال آلات لھو وموسیقی وامثال آں۔ وھمچنین مزاحمت ھمدیگر وتقدّم وتاخرّ بین اھلِ دو محلّہ ونظیر آں از سائر امور نالائق برخی از محرماتِ مزبورہ یا غیر آں دراثناءِ سوگواری و تعزیہ اتفاق اُفتد فقط ھماں حرام است وحرمتش سرا عت بعزاء حسینی نمیکند مثل چنانچہ کسیکہ درحال نماز بزنِ بیگانہ نظر عمدی کند حرام مرتکب شود ولی نمازش صحیح است۔

پہلی صورت

دس محرم کو یا معصومین علیھم السلام کی وفات کے مواقع پر کوچہ و بازاروں، چوراہوں اور سڑکوں پر سینہ زنی کے جلوس نکالنے کے جواز میں کوئی شُبہ یا گنجلک نہیں ہے۔ اور

اُس کو نا جائز قرار دینے کا رجحان بھی نہیں ہے۔اس کے برعکس سینہ زنی اور ماتمی جلوس و عزاداری سے دعوتِ حسینی کی تبلیغ اور مظاہرہ نزدیک و دور کے علاقوں میں ہوتا چلا جاتا ہے لہٰذا عزاداری بہت ہی نیک ذریعہ ہے۔جس سے مقاصد اہلبیت ؑ کی اشاعت ہوتی ہے۔ چونکہ سینہ زنی کے جلوس اور عزاداری عبادت کے طریقوں میں سے ایک بزرگ شعار ہے۔لہٰذا ان جلوسوں میں گٹ کری دار راگ و رنگ اور مقاصد عزا کو فوت کر دینے والے میوزک کے آلات وغیرہ کا ہونا عزاداری کے شایانِ شان نہیں ہے۔اِسی طرح وہ مزاحمت اور جھگڑا بھی حرام ہے۔ جو دو محلّہ والوں کے جلوسوں کے نکالنے کے دوران وقت کے ٹکرانے سے یا آگے پیچھے بڑھنے اور ہٹنے وغیرہ پر ہو جایا کرتا ہے۔ یہ بھی اس عبادت کے احترام کے خلاف ہے۔

اگر عزاداری اور سوگواری کے دوران مندرجہ بالا یا دوسری قسم کے بعض حرام چیزوں میں سے کسی سے سابقہ پڑ جائے۔تو صرف وہ چیزیں ہی حرام ہیں۔لیکن اُن کے حرام ہونے سے عزاداری امام حسین علیہ السلام بہرحال عبادت رہتی ہے۔اس پر اس حرام کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔اُس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص نماز کے دوران کسی غیر عورت پر جان بوجھ کر نظر ڈال لے۔تو یہ نظر ڈالنا فعل حرام ہے۔مگر اُس کی نماز صحیح ہے۔

اس بیان پر ایک نظر۔

درحقیقت علامہ رضی اللہ عنہ نے اس بیان میں ایک اہم حقیقت کو واضح کیا۔یعنی اگر آپ کسی ایسے جلوس عزاداری یا ماتم حسین علیہ السلام میں شریک ہوں جس میں مذکورہ بالا قسم کی چند نا زیبا حرام چیزیں بھی موجود ہوں۔ یا آپ کی شرکت

کے بعد آ کر شامل ہو جائیں تو آپ اپنی تعزیتی اور تبلیغی عبادت جاری رکھیں اور اس میں کوئی نقص محسوس نہ کریں۔۔اس لئے کہ آپ کی نیت تو عبادت کی ہے۔حرام چیزوں کا ایسی صورت میں موجود ہونا اور آپ کا اُن کو دیکھنا یا سننا بھی حرام نہیں ہے۔ آپ سینہ زنی، مرثیہ، نوحہ، تقریر اور زیارت علَم وتعزیہ جاری رکھیں اور ریا کار علما اور عبادت گزار لوگوں کی طرح بھاگ نہ جائیں۔ یہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ہمیں اہلسنت کے جلوسِ عزا میں بھی شامل ہونا چاہیے۔اور اُن کی بعض رسومات کی بنا پر اُس عبادت سے محروم نہ رہنا چاہیے۔اور جب آپ با قاعدہ شرکت جاری رکھیں گے تو تالیف قلب اور اصلاح کا موقع بھی ملے گا۔اور آپ رفتہ رفتہ رسوماتِ عزاداری کو اپنی مفید اصلاحات سے زیادہ سے زیادہ اثر انگیز اور نتیجہ خیز بناتے چلے جائیں گے۔تا کہ کثرت الناس تک حسینی پیغام پہنچے یا رسومات عزاداری میں خود ایسی کشش و جاذبیت پیدا کر دی جائے کہ نزدیک و دور کے لوگ کھنچ کر جلوس میں جمع ہو جائیں۔

یہاں یہ بات بھی اصولی طور پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ انبیا اور آئمہ علیہم السلام اور علمائے کرام رضی اللہ عنھم کسی مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے دو قسم کے آدمیوں سے محتاط رہا کرتے ہیں۔ایک وہ جو ہر وقت اعتراض کرنے کی فکر میں رہا کرتے ہیں۔دوسرے وہ جذباتی اور جوشیلے لوگ جو ماحول سے متاثر ہو کر حد سے تجاوز کر جایا کرتے ہیں۔اور وقتی مصلحتوں کو نظر انداز کر دیا کرتے ہیں۔علامہ کا دسرا بیان پڑھیے: (ارشاد ہے)

<u>مطلب دوم</u>

سینہ زدن ولطمہ زدن بروی بحدِّ یکہ بمرتبۂ سرخیِ عضو یا سیاھی رسد اشکالی

ندارد۔ بلکہ زنجیر زدن بر شانہ و پشت کہ بمرتبہٴ مزبور رسد جائز است بلکہ اعمال مذکور سینہ زدن ولطمہ بررُوی زدن موجب شود کہ خون کمی از جوارحہ متصد مہ بیروں آید عیبی و اشکالے ندارد۔ اما قمہ یا شمشیر زدن کَمَا ھُوَ المرسوم پس آن ہم جائز است۔ مشروط آنکہ ایمن از ضرر آن باشد بدون آنکہ باستخوان صدمہ رسد وبحسبِ عادت خون فوق العبادہ کہ موجب ضرر است خارج نہ گردد وھم چنین جھاتِ دیگر از ضرر۔ چنانچہ آنان کہ امتحان درایں اُمور کردہ اند واھلِ آن میباشند سررشتہ از تبعات و چگونگی آن دارند برایشان ظاھر است۔ واگر فرض نمایم قمہ زنندہ درحالِ زدن مامون ومطمئن بود کہ ضرر نہ خواھد رسید بحسبِ تجربہٴ، عادیہ، ولیکن از بابِ صدفہ و اتفاق منعقب بضر رشد؟ موجب حرمت قمہ زدن نخواھد بود۔ مانند کسی کہ وضو بگیرد یا غسل کند یا روزہ بگیرد بعد از انجام عمل واتمام آن ظاھر شود کہ عمل موجب ضرر بودہ صحیح است۔ لازم باعادہ نیست۔ لیکن اَولیٰ واحوط آنکہ کسانی کہ سررشتہٴ قمہ زدن ندادند وعارف بطریق نیستند اقدام نما یند وبالاخص طائفہ از جوانانِ ناآزمودہ کہ مبالات واحتیاط نمی کنند در چیز ھائیکہ بر نفسِ خود شان و داردمی کنند بواسطہٴ عظمت و بزرگی مصیبت و پری قلو بشان از محبتِ مظلوم حسینؑ خداوند متعال آنان را براعتقاد حق پائیدار بدارد در دنیا وآخرت۔

دوسری صورت

سینہ اور چہرہ پر ضربیں لگانا اور طماچے مارنا یہاں تک کہ چہرہ وسینہ سرخ یا سیاہ ہوجائے اُس کے جائز ہونے میں کوئی تکلف نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ کاندھوں اور کمر پر زنجیر سے اس قدر ضربیں لگا کر ماتم کرنا کہ مندرجہ بالا صورت پیدا ہو جائے یعنی کمر اور پشت بھی چوٹوں سے سرخ یا سیاہ ہو جائے تو جائز ہونے میں کوئی جھگڑا یا خرابی نہیں

ہے۔اس کے بعداس میں بھی کوئی عیب اور گڑ بڑنہیں ہے کہ سینہ اور چہرہ یا کمر اور کاندھوں پراس قدر ماتم کیا جائے کہ زنجیر وغیرہ مارنے سے مذکورہ مقامات سے تھوڑا بہت خون بھی جاری ہو جائے۔رہ گیا خنجر چھری اور تلوار کا وہ ماتم جو ہمیشہ بطور رسم جاری ہے وہ بھی جائز ہے۔بشرطیکہ زخم کا صدمہ ہڈی تک نہ پہنچے اور خون بھی متعلقہ شخص کی صحت جسمانی اور عادت سے زیادہ خارج نہ ہو۔اور اسی طرح دوسری ضرر رساں صورتیں بھی ملحوظ رہنا چاہئیں۔چنانچہ جو لوگ ماتم میں ماہر اور تجربہ کار اور لوازمات قمہ وشمشیر کے ماتم پر مطلع اور آزمودہ کار ہوں اُن پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ زنجیر وقمہ اور تلوار کا ماتم کس حد پر مقصد کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔اگر ہم اُس صورت حال پر توجہ دیں کہ خنجر وتلوار یا قمہ سے ماتم کرنے والا شخص خود مطمئن ہے۔اور جوش ایمانی سے خود کو خطرہ سے محفوظ سمجھتا ہے اور دھڑا دھڑ ضربیں لگا تا چلا جا تا ہے۔لیکن اچانک ذرا سے انحراف اور اتفاق سے خطرہ سے دوچار ہو جا تا ہے(یعنی موت واقع ہو جاتی ہے یا شدید زخم آجاتے ہیں) تو اس صورت میں بھی خنجر وقمہ کا ماتم حرام نہیں ہو جاتا۔جیسا کہ کوئی مومن وضو کرے یا غسل کرے روزہ رکھے اور بعد میں ان اعمال کے نتیجے میں خطرہ یا نقصان پیش آجائے تو وضو اور غسل یا روزہ حرام نہیں ہو جاتا بلکہ صحیح رہتا ہے۔بہتر اور محتاط طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ خنجر وتلوار وقمہ سے ماتم کے طریق کے ماہر و عارف نہ ہوں۔وہ بلا معرفت و تجربہ حاصل کئے نا تجربہ کارانہ اقدام نہ کریں۔ میرے سامنے نوجوانوں کا وہ طبقہ ہے جو امام حسین علیہ السلام سے اور اُن کے خانوادہ سے قلبی اور والہانہ محبت رکھتا ہے۔اور غم حسین علیہ السلام کی شدید وعظیم چوٹ اُن کے دلوں کو زخمی کئے ہوئے ہے۔وہ مصائب سُن کر بے قابو ہو جاتے ہیں۔اور اس وارفتگی

کے عالم میں وہ احتیاط اورخوف جان سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔اوراپنی زندگی خطرات میں جھونک دیتے ہیں۔میں اُن جوانانِ قوم کے لئے اللہ سے دست بدعا ہوں کہ اللہ اُن سب کودین ودنیا میں اس فدا کارانہ اعتقاد پر مضبوطی اور پائیداری عطا فرمائے۔(آمین ثم آمین)

علامہ سرکار کے بیان پر دوسری نظر

پہلی بات جواس بیان میں اُبھر کر سامنے آتی ہے۔وہ یہ ہے کہ حضرت علامہ رضوان اللہ علیہ تمام مراسم عزاداری کو جائز ومفید سمجھتے ہیں۔اورکوئی ایسی بات منہ سے نکالنا نہیں چاہتے۔جس سے عزائے حسین علیہ السلام میں کسی قسم کی کمی یا کوتاہی کرنے کی گنجائش نکالی جاسکے۔دوسری بات جوازل اوّل تا آخر نمایاں رہی ہے۔وہ یہ ہے کہ آپؒ قوم کو اُسی طرح مخاطب فرمارہے ہیں۔جس طرح ایک باپ اپنے نادان اور جوشیلے بچوں کو ماتم کے سلسلے میں نصیحت کرتا ہے۔وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ بچے بڑے ہوتے ہوتے ماتم وعزاداری کی رسوم کو حقیر اور پس ماندہ اقوام کی رسومات سمجھ کر چھوڑ بیٹھیں۔اورخودکو روشن خیال سمجھ کر محض تماشائی بن جائیں اور لیڈر و علامہ حضرات کی طرح ''مقصد مقصد و عمل عمل'' کے مشرکانہ نعرے مارتے مارتے اور سیرت سیرت کہتے کہتے ڈاکو بن جائیں۔ساتھ ہی وہ باپ یہ بھی نہیں چاہتا کہ بچہ اپنی نادانی اور ناتجربہ کاری کی بنا پر جوش میں غلطی سے اپنی شہہ رگ میں چھری مارلے۔وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ جوان ہوکر دولھا بنے اور حضرت قاسم علیہ السلام کا حقیقی رنگ میں غم تازہ کرے۔وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ ماتمی نسل ختم نہ ہونے پائے بلکہ بڑھتی اور دنیا پر چھاتی چلی جائے۔وہ اپنے دل میں ملاں جی کے مقصد و سیرت کے خلاف یہ مقصد چھپائے

ہوئے ہے کہ قوم میں ہر وقت ایسے فدا کار جوان تیار ہوتے رہیں۔ جو اپنا گوشت اور خون امام حسینؑ پر مسکرا مسکرا کر چھڑک سکیں۔اور وقت آنے پر دشمنانِ آل محمدؐ پر جان توڑ حملہ کر کے اپنی جان حسینی مقصد پر قربان کر کے ڈھکو کے مقصد مقصد، بدعت اور شرک کی پکار کو خاموش کر سکیں۔اور انہیں بتا سکیں کہ تم ہمیں غلط مقاصد کے لئے مقصد و سیرت کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔دشمنانِ حسینؑ کے خلاف اعلان جنگ سے پہلے وہ باپ نہیں چاہتا کہ اُس کے بچے اپنے سینہ پر قمہ مار مار کر شہید ہو جائیں۔تیسری بات اسی دوسری بات سے متعلق ہے۔یعنی علامہ حضور رضی اللہ عنہ نے کہیں بھی تو ہماری طرح لفظ ہلاک یا موت استعمال نہیں کیا بلکہ ایک لفظ ضرر ہر ایسے مقام پر بھی لکھ دیا ہے۔ جہاں لفظ موت لکھنا موزوں تھا۔مگر دل میں وہ ضرر سے یہ بتانا چاہتے رہے ہیں کہ ایسا نقصان نہ ہونے پائے کہ جو اس فدا کار جوان پود کو اور شیعوں کے پوشیدہ مقصد کو قبل از وقت کمزور کر دے۔وہ قبل از وقت بلا ضرورت جان کی قربانی پسند نہیں فرماتے۔

یہاں یہ نوٹ کر لیں کہ ہم نے ہر اُس مجتہد کی مدح وثنا کی ہے۔اور اُس کی کوتاہیوں کو نظر انداز کیا ہے جس نے مراسم عزاداری کو قائم کرنے اور ترقی دینے میں عملاً مدد کی ہے۔اور ماتم اور مروجہ مرثیہ کے خلاف زہر نہیں اگلا ہے۔ورنہ عزاداری کے خلاف بولنے والا خواہ مجتہد ہو یا مفتی علامہ ہو یا حجۃ اللہ کا لیبل رکھتا ہو۔اخباری ہو یا محدث ہو کوئی قدیم عالم ہو یا جدید زمانہ کا، ہم بلا مذمت کئے ہر گز نہیں چھوڑتے ہم حدیث میں قیل وقال کرنے والے اور عزاداری کے خلاف بولنے والوں کے مستقل دشمن ہیں۔اگر قوم میں مجالس پڑھنے کے لئے مستورات اور ذاکرین نہ ہوتے؟ تو اُن

نام نہاد شیعہ علما نے عزائے حسینؑ کو قطعاً ختم کر دیا ہوتا۔ جس طرح وہ ذاکرین کے خلاف یہ کہہ کر محاذ بناتے ہیں کہ یہ لوگ غلط روایات پڑھتے ہیں۔ اُسی طرح ہم اُن علما کے خلاف ثابت کرتے چلے آئے ہیں کہ یہ لوگ دشمن کی پسندیدہ روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ ہم نے اِن علما کی مجلس کے لئے روپیہ دینا حرام ثابت کیا ہے۔ البتہ ذاکرین اور خواتین کی ہمت افزائی اور علمی ترقی کے لئے روپیہ دینا، کرایہ دینا، خدمت کرنا جائز لکھتے چلے آئے ہیں۔ اب سرکار علامہ رضی اللہ عنہ کا تیسرا بیان ملاحظہ ہو۔

مطلب سیم

علَی الظَّاھِر اشکال نداشتہ باشد در حلّیّت و جوازِ تشبیہ و تمثیل (شبیہ در آوردن) چنانچہ عادت شیعہ در چندیں قرن برآن جاریست کہ وسیلۂ گریستن و گریہ آوردنِ مومنین است۔ اگر چہ تعزیہ مزبورہ موجب شود کہ مرد لباس زن بپوشد علی الاقوی جائز است۔ اگر چہ اینجانب پیش ازیں فتوی ء جواز را مشروط نمودہ بودم کہ مردان بلباس زنان در نیایند لیکن سپس از مراجعۃ بمدارک ونظر جدید بوضوح رسید آنکہ تشبہ مردان بزنان حرام است۔ درصورتیکہ راساً و بالمرۃ از زی و پوشاک مردان خارج شوند ولباس زن را اخذ کردہ باشند۔ امّا درصورتیکہ رفتھائے زنانہ در مدتِ قلیلی بپوشند بدونِ آنکہ آن رالباس عادی و معمولیِ خود قرار بدھند چنانچہ حال برایں منوال است در تعزیہ ھائی مرسومی پس آن جائز است و حرام نیست۔ و در حاشیہ کتاب عروۃ الوثقٰی این استدراک را مرقوم نمودیم۔ ولی باید تعزیہ ھا منزہ شوند از محرماتِ شرعیہ و قبلاً اظھار داشتیم بر فرض ارتکاب محرم در ضمن مواکب حرمت آن سرایت با قامہ عزای سید الشھداء ارواح العالمین لہ الفداء نمیکند۔

تیسری صورت

کربلا کے حادثات اور مصائب کو زیادہ سے زیادہ اثر انگیز بنانے کے لئے کربلا کے مختلف واقعات وحالات اور جگر سوز نظاروں کی شبیہیں اور تصاویر پیش کرنا جائز اور بہروپ دھارنا کسی طرح بھی نا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ موجودہ صدی میں عزاداری کے اندر شیعوں میں یہ سب چیزیں بطور عادت اور معمول کے جاری ہیں۔ قاتلوں کے خلاف غم وغصہ پیدا کرنے اور رونے رلانے کا وسیلہ ہیں۔ چنانچہ اگر یہ ضرورت پڑے کہ مرد عورتوں کا لباس پہن کو کوئی صورت حال پیش کرنا چاہیں تو یہ عمل درآمد قوتِ شرعیہ کے ساتھ جائز ہے۔ اگرچہ میں نے اس سے پہلے اس فتویٰ کو مشروط کردیا تھا۔ یعنی مردوں کو عورتوں کے لباس میں نقل کرنے (Acting) سے منع کردیا تھا۔ لیکن اُس کے بعد جو مزید تحقیق کی اور شرعی ماخذوں پر تجدیدی نظر ڈالی تو یہ بات واضح ہوگئی کہ مردوں کا عورتوں کی شباہت اختیار کرنا اور زنانہ لباس پہننا صرف اس صورت میں حرام ہے۔ جبکہ غیر شرعی ضرورت کے لئے مستقلاً زنانہ روپ دھار لیں۔ اور مردانہ لباس کو قطعاً ترک کردیں۔ چنانچہ اس صورت میں کہ وہ عارضی طور پر زنانہ لباس پہنیں اور اُس کو اپنی عادت اور معمول نہ بنائیں تو مذکورہ بالا مراسم عزاداری میں جائز ہے۔ اور حرام نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ میں نے کتاب عروۃ الوثقیٰ کے حاشیہ پر اخذ کر کے لکھ دیا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ جس طرح مندرجہ بالا بیانات میں لکھا گیا ہے۔ عزاداری کے مراسم کو محرمات مذکورہ سے پاک رکھا جانا ضروری ہے۔ مگر یہ بات پھر نوٹ کرلیں کہ بالفرض مراسم عزاداری میں کوئی حرام صورت وجود میں آجائے تو اس کا وجود عزائے امام حسینؑ پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ امام حسینؑ پر ہمارا سلام اور تمام

عالمین کی ارواح اُن پر فدا۔

تیسرے بیان پر دو دو باتیں

بعض قارئین یہ نہ جانتے ہوں گے کہ ایران و عراق میں واقعہ کربلا کو بڑے دردانگیز انداز میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اور یہ کوشش وہاں جاری رہی ہے کہ کربلا کا ہر دردناک نظارہ آنکھوں کے سامنے رکھ دیا جائے تاکہ شریف اہل دل کے قلوب تڑپ کر رہ جائیں اور ظالم سے نفرت اور ظلم سے انتقام کی لگن تیز تر ہو جائے۔ اور مظلوم کی طرفداری کے عہد کی تجدید ہوتی رہے۔ چنانچہ ناموس حسینیؑ کا رسن بستہ قافلہ وغیرہ بھی دکھایا جاتا تھا۔ ایسے سین (نظارے) پیش کرنے کے لئے ضروری تھا کہ عورتوں کی جگہ مردوں کو زنانہ لباس پہنا کر قیدیوں کی صورت پیش کیا جائے۔ اور اُس بے کسی اور مظلومی کا اثر ڈالا جائے جو جناب سکینہ اور حضرت زینب و دیگر مخدرات عصمت علیھم السلام پر گزری تھی۔ سرکار علامہ نے اس تیسرے بیان میں ان ہی رسومات کا جواز پیش کیا ہے۔ اور تمام موجودہ و آئندہ آنے والی رسوم عزا کو جائز ثابت فرمایا ہے۔ مگر اُن کے بعد رفتہ رفتہ دشمن محاذ نے عزاداری کو دنیا سے ختم کرنے کی کوششیں تیز تر کر دیں اور اُسے بدعت و شرک قرار دینے والے ڈھکو ایسے مار آستین علما نے بڑا زور لگایا ہے۔ اور ہم یہ کتاب اُن کی پھیلائی ہوئی گمراہی کو دور کرنے کے لئے لکھ رہے ہیں۔ ہم نے کتاب مذہب شیعہ (ایک قدیم تحریک اور ہمہ گیر قوت) میں دکھایا ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ تمام ممالک میں عزاداری نے اسلام کی تبلیغ سے کروڑوں انسانوں کو محمدؐ و آل محمدؐ سے وابستہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ ھندو راجے مہاراجے ٹاٹ کے اور کالے رنگ کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ لاکھوں روپیہ کا سالانہ بجٹ عزاداری کے فروغ کے لئے

بناتے تھے۔چالیس روز ننگے پاؤں پھرتے تھے۔اپنے جھنڈے اور قومی نشان سرنگوں رکھتے تھے۔اب آپ علامہ کا آخری فتویٰ دیکھیں:

مطلب چہارم

ڈُھل وطبل کہ مرسوم در مواکب است تا اکنوں پی مقصود از استعمال آن نبردہ ام اگر مراد و حدف آن اقامہ عزا است و اعلان با جتماع مقیمین عزا است وتنبیہ بر سواری است کہ محتاج الیہ بعض مواکب است وھمچنین در برخی از ھیجا نھای دستہ جات عربی معمولی است کہ تعبیر بھوسہ می نمایند ونظیر آن پس ظاہر جواز است۔کما اینکہ معروف است درنزد ما در نجف اشرف واللہ العالم۔

5ربیع الاوّل1345۔حررہ الاحقر محمد حسین الغروی النائینی۔

چوتھی صورت

ڈھول اور نقاروں کا بجانا جو سینہ زنی اور مراسم عزاداری میں جاری ہے۔اب تک میں نے اُن کے استعمال کے مقاصد پر معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔اگر اُن کے بجانے سے عزائے حسینی کا قیام اور اعلان ہے تا کہ لوگوں کو علم اور اطلاع فراہم ہوتی رہے یا جلوس اُٹھنے پر متعلقہ تنبیہہ ہے جب کہ بعض ماتمی دستوں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے۔یا اس سے ماتمی دستوں کیلئے معمول ہے اور اسی قسم کے مقاصد ہوں تو اُن کا جائز ہونا ظاہر ہے جیسا کہ ہمارے یہاں نجف اشرف میں مشہور و معروف ہے اور اللہ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔احقر محمد حسین الغروی النائینیؒ

غنا کیوں حرام ہے؟ (حصہ دوم)

چند مسلمات جو نظر انداز کر دئے جاتے ہیں

مسئلہ غنا ہی نہیں بلکہ تمام اختلافی مسائل چٹکی بجاتے حل ہو سکتے تھے۔ اگر علمائے فریقین ہر بحث میں اُن مسلمات کو سامنے رکھتے جو انہوں نے میدانِ مناظرہ سے باہر اپنے اپنے تعمیری اور اصلاحی مضامین اور کتابوں میں ٹھنڈے دل سے تسلیم کئے اور انہیں افہام و تفہیم کی بنیاد لکھا تھا۔ وہ مانتے اور لکھتے ہیں کہ آئمہ علیھم السلام کے ادوار میں شیعوں کا قتلِ عام ایک روزمرہ کی معمولی بات تھی۔ انفرادی و اجتماعی جلاوطنی ایک اشارہ پر عمل میں آجاتی تھی۔ دفاتر اور حکومت کے محکموں میں شیعوں پر خاص نظر رکھی جاتی تھی۔ روز اوّل سے انہیں باغی اور مہم جو سمجھ کر سلوک کیا جاتا تھا۔ 2۔ مخالف گواہ، جھوٹی گواہی سے کسی بھی شیعہ کو قتل کرا سکتے تھے۔ شیعوں کا ہر انفرادی و اجتماعی عمل آئمہ علیھم السلام کے حکم یا اشارے پر منحصر سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا شیعوں کے ساتھ آئمہ معصومین کو بھی ماخوذ کیا جاتا تھا۔ قید و بند میں تکلف نہ کرتے تھے۔ وہ اپنے گھر میں بھی نظر بند اور جاسوسوں کے زیر نظر رکھے جاتے تھے۔ اُنہیں بھی تلوار اور زہر خورانی سے دوچار رہنا پڑتا تھا۔ لہٰذا سب کو ماننا پڑا ہے کہ آئمہ علیھم السلام اپنے دینی احکامات میں حکومت وقت کے قانون سے محفوظ رہنے کو پہلا نمبر دیتے تھے۔ اور کوئی ایسا جملہ یا لفظ منہ سے نہ نکالتے تھے۔ جو حکومت یا حکومت کے علما یا جاسوسوں کو چیرہ دستی اور مواخذہ کا موقع فراہم کر دے۔ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تو سب مانتے ہیں کہ آئمہ تقیہ و تقویٰ کو ملحوظ رکھتے تھے۔ مگر اپنی بات منوانے کے لئے جو اقوال یا احادیث پیش کرتے ہیں۔ اُس وقت تقیہ و تقویٰ کو فراموش کر کے جو سامنے آجائے۔۔۔ جس سے مطلب

براری ہوتی نظر آئے وہ حدیث بحث میں جھونک دی جاتی ہے۔اور ذرہ برابر غور نہیں کیا جاتا کہ پیش کردہ حدیث کس ماحول میں بیان کی گئی تھی؟ کیا صورتِ حال پیش نظر تھی؟ سائل کون اور کس معیار کا آدمی تھا؟ اُس وقت اپنے مد مقابل کو شکست دینا مقصود ہوتا ہے۔لہٰذا تحقیق اور بیانِ حقیقت اس لئے غیر ضروری ہو جاتا ہے۔کہ حق گوئی سے مخالف کو فائدہ پہنچ جائے گا۔لیکن جب اپنے خلوت کدہ میں بیٹھ کر یا زیب منبر ہو کر وہی حدیث یا احادیث بیان کریں گے تو چونکہ مخالف سامنے نہیں ہے۔ عقید تمندوں کا مجمع ہے۔لہٰذا وہ تمام مصلحتیں گن گن کر سامنے لائیں گے۔جو مناظرہ میں فتح کے خیال سے نظر انداز کر دی تھیں۔علما کی کتابوں اور مسائل میں اسی مناظرانہ بد دیانتی کی وجہ سے اختلافات کا انبار ملتا ہے۔مسٹر ڈھکو اینڈ کمپنی اس فکر میں رہتی چلی آئی ہے۔کہ اسی قسم کے مختلف بیانات تلاش کئے جائیں۔اور جہاں محمد و آل محمد علیھم السلام کے فضائل وعقائد کو مجروح کرنا ہو کھٹ سے وہ حدیث پیش کر دی جائے جس کسی عالم نے مناظرانہ لب ولہجہ میں لکھی تھی۔

تمام علما یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ آئمہ علیھم السلام کے ادوار میں جس قدر تحریکیں حکومتِ وقت کے خلاف ظہور میں آئیں،خواہ وہ عباسی تحریک ہو یا اُموی بغاوت ہو۔کیسانی تحریک ہو یا قرامطہ کا ہنگامہ ہو۔ملک کی داخلی تحریک ہو یا باہر کے ممالک کی تحریک ہو۔آئمہ معصومین علیھم السلام کو ہر تحریک کا مرکزی سربراہ سمجھنا حکومت کا فطری وسیاسی حق بن کر رہ گیا تھا۔اس لئے ضروری تھا کہ اِدھر ہر لحہ آئمہ ؑ اور شیعوں پر نگاہ رکھی جائے اور اُدھر اُن کے خلاف ایسے عقائد مشہور کئے جائیں جن کو سُن کر عوام اُن سے متنفر ہو جائیں۔اور خود شیعوں میں بھی اختلافات پھیل کر اُن کو

گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر دیں۔ اس کام کے لئے نظامِ اجتہاد کے ماہرین کا تعینات کئے جانا ضروری تھا۔ جو شیعہ نقاب پہن کر داخلی تخریب کریں اور کچھ اہل خلاف کی صورت میں رہ کر نئے سوالات و اعتراضات گھڑیں۔ یہ دونوں طرح کے لوگ بھی عام شیعوں اور سنیوں کے ساتھ ساتھ آئمہؑ کے در دولت پر آتے جاتے رہتے تھے۔ راز و رموز تک رسائی حاصل کرنے کی فکر میں خود بھی مصروف رہتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اعتماد میں لے کر کوشش کرتے تھے۔ اور آئمہ علیھم السلام اُن کے شر سے بچنے اور شیعوں کو بچانے اور حق تک پہنچانے کی راہیں نکالنے میں مصروف تھے۔ مخالف محاذ بات کا بتنگڑ بنانے اور نفرت و تفرقہ پھیلانے کے لئے نت نئے سوالات، نت نئی تعبیرات اور خود ساختہ جوابات شائع کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا تا رہتا تھا۔ اور گواہی میں اُن سرکاری شیعوں کو پیش کر دیتا تھا جن سے عوام شیعہ نا واقف اور حکومت کے مقاصد وابستہ ہوتے تھے۔

سرکاری محاذ یا نظامِ اجتہاد کیا چاہتا تھا؟

(1) عوام الناس محمدؐ و آل محمدؐ و آئمہ اہلبیتؑ کو صحابہ کرام کے برابر سمجھیں اور خود آئمہ علیھم السلام کی زبانی یہ تصور ثابت کیا جائے کہ رسولؐ اللہ اور خود آئمہؑ سے بھول چوک اور لغزش و خطا ممکن تھی۔ اُن سے غلطیاں سرزد ہوئیں اور ہوسکتی ہیں۔ وہ کوئی مافوق الفطرت ایسا علم و قدرت نہ رکھتے تھے جو صحابہ کرام یا دیگر انسانوں کو حاصل نہیں تھا۔ وہ بھی باقی انسانوں کی طرح خدا کے محتاج بندے تھے۔ دعائیں مانگتے تھے۔ گناہوں کا اقرار کر کے اللہ سے مغفرت اور معافیاں طلب کرتے تھے۔ انسان تھے، بشر تھے۔ اور وہ تمام جذبات و میلانات رکھتے تھے جو دوسرے انسانوں اور نوعِ

بشر میں موجود ہیں۔ وہ بھی اجتہادی غلطی کرتے تھے۔ اور خود کو بعض صحابہ سے کم رتبہ سمجھتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کی خلیفہ اوّل دوم اور سوم سے بیعت وغیرہ کے قائل تھے۔ یہ اور اسی قسم کی وہ تمام باتیں عوام میں پھیلا نا حکومت کرنے کے لئے ضروری تھا، جو حکومت کے مذہب کی بنیاد تھیں۔ چنانچہ اس قسم کی تمام روایات جو شیعہ کتابوں میں ملیں وہ نظام اجتہاد اور اُس کے مجتہدین کی محنت اور کوشش اور طاقت وقوت و رشوت کا نتیجہ ہیں۔

(2) عوام الناس کو دور رکھنے اور نفرت دلانے کے لئے بنیادی بات یہ تھی کہ علیؑ اور اُن سے متعلق لوگ (معاذ اللہ) مشرک ہیں۔ وہ محمدؐ کو خدا کا شریک اور قابل عبادت سمجھتے ہیں۔ علم غیب کے دعویدار ہیں۔ خود کو نوعِ انسان سے بلند درجہ پر مانتے ہیں۔ اور آج کل کی زبان میں دیو مالائی عقائد رکھتے ہیں۔ رازق وخالق بنتے ہیں۔ خدا کی طرف سے مکمل اختیار وقدرت رکھنے کے مدعی ہیں۔ صحابہ کرام کو مرتد وملعون کہتے ہیں۔ خلافت اور حکومت صرف اپنے خاندان کا مستقل حق سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

(3) نظامِ اجتہاد کی ذمہ داری تھی کہ وہ ایک ایسا گروہ برسرکار رکھے جو اعلانیہ اور خفیہ طریقہ سے خود کو آئمہ اہلبیت علیھم السلام کا پیرو اور شیعہ مشہور کرے اور لوگوں کو بتائے کہ محمدؐ وعلیؑ میں اللہ نے ظہور کیا تھا۔ وہ خود ہی رب العالمین تھے۔ موت وزیست اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ محمد وعلی اور آئمہ علیھم السلام پر ایمان رکھنے کے بعد کسی نیک عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ساری نوعِ انسان کو جنت یا جہنم میں بھیجنے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ تھا وہ سرکاری انتظام جو آئمہ علیھم السلام کی راہ روکنے کے لئے روز اوّل سے مدنظر اور برسرکار رکھا گیا تھا۔ یہ سارا نظام اس تاریخی جملہ پر مرتب ومدوّن کیا گیا

ہے۔کہ

اَیُّهَا لنَّا سُ مَنْ کَا نَ یَعْبُدُ مُحَمَّدً فَاِ نَّهٗ قَدْمَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ.

''اے لوگو! جو شخص محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ وہ سن لے کہ محمدؐ بلا شک وشبہ مر گیا ہے۔ اور جو محمدؐ کو نہیں بلکہ اللہ کو پوجتا تھا تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور مرنے والا نہیں ہے۔''

یہ جملہ ایک انتہا درجہ کی وارننگ تھی ہر اُس شخص کے لئے جو محمدؐ کو اپنی توقعات کا مرکز سمجھتا تھا۔ جس نے اپنا ہر کام اور ہر کام کا نتیجہ محمدؐ کے سپرد کر رکھا تھا۔ جو یہ یقین رکھتا کہ محمدؐ ہمیشہ زندہ ہیں۔ جو کہا کرتا تھا کہ میں محمدؐ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہو (اَ نَا عَبْدٌ مِّنْ عِبَا دِ محمدٍ -کافی) جو محمدؐ ہی کو نہیں بلکہ خود کو بھی ہر حال میں کائنات کی ہر چیز کا دیکھتے رہنے والا خدائی گواہ سمجھتا تھا (سورہ نسا 4/41 سورہ نحل 16/89) جو رسوؐل کو دفن کرنے کے باوجود اُن کو زندوں کی طرح اپنے حالات سناتا تھا یہ جملہ بتاتا ہے۔ کہ اُس وقت محمدؐ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ کہنا ضروری نہ تھا۔ بہر حال نہ تاریخ دہرانا مطلوب ہے ۔نہ یہاں مذہبی عقائد کی بحث چھیڑنا منظور ہے۔ مگر ایک سوال ضرور دریافت کرنا ہے تاکہ زیر نظر صورت حال کھل کر سمجھ میں آجائے۔ سوال یہ ہے کہ جس وقت اللہ کی عبادت کا مندرجہ بالا تصور پیش کیا گیا اُس وقت خانوادۂ نبوت میں کہرام برپا تھا۔ ابھی ابھی رسوؐل کی بیٹی فاطمہؑ کی چیخ بلند ہوئی تھی۔ امام حسنؑ اور حسینؑ آخر چھوٹے چھوٹے بچے ہی تو تھے۔ بابا اٹھو، نانا بات سنو، جواب کیوں نہیں دیتے؟ ہم سے کیوں ناراض ہو گئے؟ ہاتھ پھیلائے ہمیں گود میں لیجئے۔ بچوں کا ایسی فریاد کرنا شرک تو نہ تھا۔ اھل وعیال اور بچوں کا اپنے باپ اپنے سر پرست اور اپنے پالنے

والے پر رونا تو فطری تھا پھر وہ معمولی باپ نہ تھا وہ تو رسوؐل بھی تھا۔حبیبِ خدا بھی تھا۔ ساری نوعِ انسان پر نہ سہی کم از کم اُن مسلمانوں پر تو اُس کے بہت احسان تھے۔اُس کی رخصت کے وقت،اُسے الوداع کہتے ہوئے دل بے قرار ہو جانا، آنکھوں سے آنسو نکل آنا خدا کی عبادت کے خلاف شرک تھا؟ اگر چاہنے والوں کی عارضی رخصت پر، چندروزہ سفر پر جانے والوں کی جدائی پر آنکھوں سے آنسو نکلنا جرم نہیں؟ تو یہ علیؑ و اولادِ علیؑ و محمدؐ و ازواجِ رسوؐل کا رونا غیر خدا کی عبادت کیسے ہو گیا؟ اگر کوئی اس صورت حال کو اس ماہرین کے مجمع سے نکال کر عوام کے سامنے رکھ دے؟ تو یقیناً عوام کو تکلیف ہو گی۔دکھ پہنچے گا۔وہ رسوؐل کی وفات پر نالہ وفریاد کریں گے اور اُسے عبادت سمجھیں گے۔وہ یہ کیسے بھلا دیں گے کہ رسوؐل اور خاندان رسولؐ سے ہمدردی کرنا اللہ کی عبادت ہے؟ فاطمہ، حسن اور حسین علیھم السلام سے ہمدردی کرنا،اُن کی رضا جوئی اور خوشنودی بھی عبادت ہے۔انہیں معلوم ہے کہ محمدؐ تو محمدؐ ہیں علیؑ کا ذکر اللہ کی عبادت ہے۔ذکر تو ذکر ہے۔صرف علیؑ کی طرف دیکھ لینا ہی عبادت ہے۔اور علیؑ کی ایک ضرب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبادت ہے۔

یہاں یہ بات نوٹ کر لیں کہ اس اعلان کے بعد جو انتظامات برسرکارِ آئیں گے۔اُن میں چند بنیادی اور اصولی عقائد پر زور دیا جانا ضروری ہے۔

(1) اللہ سے محمدؐ کو الگ رکھا جائے گا چونکہ محمدؐ مر گیا۔(اِنَّهٗ قَدْ مَاتَ)

(2) محمدؐ کا غم منانا۔تعزیت کرنا۔اُن پر نوحہ وفریاد کرنا۔مشرکانہ عبادت ہو گی۔

(3) ہر وہ خیال، ہر وہ بات، ہر وہ عمل حرام ہو گا جو اس مشرکانہ عبادت میں استحکام پیدا کرے،اُسے یاد دلائے،اُس میں زور پیدا کرے اور اُسے ہر دم تازہ رکھے۔اور

بھلانے کے بجائے ترقی پذیر رکھے۔

یہ ہے وہ مثلث یا اُقنُوُ مِ ثلا ثہ (تین بنیادیں) جس پر آئندہ اُمت کے عوام اور اُمت کے سیاسی ماہرین میں تصادم، تنازعات، تفرقہ، جنگ وجدل اور قتلِ عام اور مذہبی اختلاف اور فرقہ بندی جاری ہوئی اور آج تک قائم ہے۔1۔مسلمانوں کی کثرت رسولؐ اللہ کو مردہ اور بے بس و بے کس و بے حس نہیں مانتی۔اُن کو اللہ کی عبادت کا مرکزی نقطہ اور وسیلہ سمجھتی ہے۔اپنی ہر دعا، ہر تمنا ہر مراد اور ہر مصیبت میں اُنہیں مخاطب کرتی ہے۔اور سمجھتی ہے کہ انہیں الگ کر دینے سے کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔کوئی مصیبت دور نہیں ہوسکتی۔وہ کہیں بھی ہوں رسولؐ کو سننے والا اور اپنے اعمال کو دیکھنے والا سمجھتے ہیں۔انہیں مسلسل یہ تجربہ ہوتا رہا ہے کہ رسولؐ اللہ ایک اشارہ سے جس اُمتی کو چاہیں صاحبِ کرامات ومعجزات بنادیتے ہیں۔

2۔وہ جانتے ہیں کہ محمدؐ ایک تنہا شخص نہیں ہے۔محمدؐ روح کائنات کا نام ہے محمدؐ اللہ کا وہ نور ہے جس کی تجلی سے ملائکہ، انبیاؑ اور ساری کائنات پیدا ہوئی محمدؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے نفوس کو اپنی جان کہا۔اُن کے خون اور گوشت کو اپنا خون اور گوشت فرمایا۔ اُن سب سے کہا کہ تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں۔(عَلِيٌّ مِنِّي وَ اَنَا مِنْهُ . حُسِيْنٌ مِنِّي وَ اَنَا مِنْه وغیرہ) ہمارا پہلا بھی محمدؐ ہے۔آخریؑ فرد بھی محمدؐ ہے۔درمیان والا بھی محمدؐ ہے۔بات کو یوں مکمل کیا کہ ہم سب محمدؐ ہیں۔ماہرین کا یہ کہنا کہ اِنَّهٗ قَدْ مَا تَ وہ یقیناً "مر گیا" غلط فہمی تھی۔قرآن کریم کی ایک حکمت تھی۔محمدؐ نے فرمایا تھا کہ علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ وحسینؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے۔اُن کی مخالفت پانچ محمدوںؐ کی مخالفت ہے اُن کی خوشی محمدؐ کی خوشی ہے اُن کا دشمن محمدؐ کا دشمن ہے۔اُن کا غم پانچ محمدوںؐ کا غم

ہے۔اُن کے غم میں نکلنے والا ایک آنسو جہنم کو بجھا کر ٹھنڈا کر سکتا ہے۔اُن پر رونے والا، رلانے والا، رونے کی صورت بنانے والا جنتی ہے۔

اُمت محمدیہؐ ہی کو نہیں بلکہ ہر با بصیرت انسان کو حیات جاویدانی میں جنت کی ضرورت ہے ۔اور جنت محمدؐ و آل محمدؐ کی موعودہ وراثت (مومنون 23/10-11) ہے۔اور اُس کے حصول کے ذرائع میں سے سب سے بڑا اور سب سے مشکل اور سب سے زیادہ پُر یقین ذریعہ عزادارئِ محمدؐ و آل محمدؐ ہے۔اُن آنسوؤں کو حاصل کرنے کے لئے جو جنت دلانے کے ضامن ہیں ۔بڑی قربانیاں دینا پڑی ہیں (کتاب مذہب شیعہ) اُن ہی کے لئے یہ ماتم ہے ۔اُن کو ابھارنے اور قلب و دماغ سے آنکھوں تک لانے کے لئے یہ نوحہ خوانی اور مرثیہ ہے۔اور نوحہ و مرثیہ میں درد بھرنے اور اُسے قلوب و اذھان پر چھا جانے کے لئے آواز میں رقت وغم وغنا کی ضرورت ہے۔تاکہ دل سب طرف سے ہٹ کر اللہ و آلؑ اللہ کے سوا سب سے مستغنی ہو کر، مرثیہ اور نوحہ میں گم ہو کر، اپنی جان سے لا پرواہ ہو کر روئیں اور ماتم کریں۔خون کو گرم رکھیں ۔تلوار و تیر و تفنگ سے مانوس ہو جائیں بچوں کے دلوں سے خوف وخطر کے جذبات کو معدوم کر دیں۔خون بہتا دیکھ کر مسکرانا سکھائیں۔اور یوں دشمنوں کی جرأت وہمت کو خاموش بیٹھے رہنے پر مجبور رکھیں اور اگر محاذ آرائی ہو ہی جائے تو ہر سال، ہر ماہ اور ہر روز کی کی ہوئی مہارت و جسارت کو سرفروشانہ انداز میں بروئے کار لائیں اور مخالفین کے کاٹ کاٹ کر ڈھیر لگا دیں۔بچہ بچہ کٹا دیں اور پرچم حسینی کو سربلند رکھیں ۔یہ ہے مقصدِ عزاداری۔باطل سے برسرِ پیکار ہونے کی تیاری۔اس مقصد کے اجزا میں سے ہے غِنَا عَنِ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا ۔دنیا اور متعلقاتِ دنیا سے بے نیازی مگر اللہ

ورسولؐ وآل رسولؐ سے بے نیازی (غِنَا) حرام ہے۔فعل شیطان ہے۔ نفاق کا اعلان ہے ۔دیکھا آپ نے مومنین مذکورہ بالا تکون یا اُقنوم ثلاثہ کے خلاف محاذ قائم کیئے ہوئے ہیں۔اور یہ تکونا محاذ ڈھکوا یسے علما کی مدد سے محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وعلیھم اور مومنین کے خلاف چلا آرہا ہے اور کبھی ختم نبوت کی آڑ میں کبھی ساداتِ محمدی کا نعرہ مار کر اور کبھی سیرت طیبہ کے نام پر مقدس الفاظ میں ناپاک مقاصد کو مسلمانوں پر مسلط کرنے میں دن رات کوشاں رہتے چلے آتے ہیں۔ یہ لوگ وفاتِ رسوؐل کے روز جشن منانے پر لوگوں کو بہکاتے ہیں۔روپیہ اور لھو ولعب کا سامان فراہم کرتے ہیں۔اور اپنے احباب کے اونچے طبقوں میں راگ و رنگ رلیوں کا اہتمام کرتے ہیں۔جامِ صحت و جام وصل نوش فرماتے ہیں۔رقص وطرب کی محفلیں آراستہ کرتے ہیں۔جناب امام حسین علیہ السلام کو منافقانہ اور موقع پرستانہ انداز میں بانی لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں لیکن مجال ہے کہ ماہِ محرم میں عیش وعشرت وآرائش وجام وسبو سے کنارہ کش ہوجائیں۔زیب وزینت وزن وزراندوزی میں اضافہ کردیتے ہیں۔عاشور کے روز عیاشی وخوش پوشی کے لئے زبردست خیرات اور مال صرف کرتے ہیں۔یہ گروہ بہت نمایاں ہے۔اُس نے روزاوّل سے یہ مستحکم انتظام کیا ہے کہ کسی بزرگِ دین کا غم ہرگز نہ منایا جائے۔آپ اُن کی تقریبات کے لئے انتظام پر نظر ڈالیں آپ کو ہرگز یہ معلوم نہ ہوگا کہ دشمنانِ اسلام نے کبھی اسلام پر وارد ہونے والے مظالم یا حادثات کا غم منایا ہو۔انہوں نے اسلام کی نقاب صرف اس لئے پہنی تھی کہ مال دنیا اور فتوحات و کامرانیاں اور مسرتیں بٹورتے رہیں جہاں اسلام پر یا بانیِ اسلام پر خطرہ اور صدمہ وارد ہو کھٹ سے الگ جا بیٹھیں اُن کی آنکھ سے شہدائے اسلام کے غم میں کبھی ایک

آنسو بھی نہیں نکلا۔قرآن کریم ،احادیث ،تاریخ اور روزانہ کا مشاہدہ اس پر گواہ ہے۔صرف پانچ دن باقی ہیں کہ رسولؐ کی سیرت پر زور دینے والے وفاتِ رسولؐ کا جشن اور خوشیاں منائیں گے۔خود تو کیا غم مناتے یہ ہمیں مطعون کرتے ہیں۔روتے کیوں ہو؟ مرثیہ میں غنا کیوں داخل کی ہے؟ماتم کیوں کرتے ہو؟ جب کہ خود تمہارے علما ماتم کو مروجہ مرثیہ کو حرام کہتے اور لکھتے چلے آرہے ہیں؟ یہ کلمہ کیوں پڑھتے ہو؟ جب کہ تمہارے علما اس کو اذان ونماز میں پڑھنے سے منع کرتے رہے ہیں؟ اس لئے ہم مجبور ہوئے ہیں کہ اُن شیطانوں کو یہ بتائیں کہ وہ علما ہمارے علما کس دلیل سے بنتے ہیں؟ یہ کیا مذاق ہے؟ یہ کیسی ستم ظریفی ہے؟ یہ کتنی بے غیرتی ہے؟اور بے حیائی کا ثبوت ہے؟ کہ جو علما دن رات تمہاری تائید کریں۔تمہارے عقائد اور مقاصد کو ثابت کریں وہ ہمارے علما کہلائیں؟ صرف اس لئے کہ تم نے اُنہیں شیعہ لیبل کے ساتھ ملتِ شیعہ میں رکھ چھوڑا ہے؟ تم بھی سنو اور وہ بکاؤ مال بھی سنے کہ ہم نے اپنی زندگی اُن کو روشناس کرانے پر صرف کردی ہے۔ہم نے قرآن وحدیث سے اُن کے اعمال اور حلیے اس طرح بتادئے ہیں جس طرح قرآن کو اُن کے نام لینے کی ضرورت نہ پڑی اُسی طرح ہم بلا نام لئے اس طرح لکھتے ہیں۔کہ ہم کچھ بھی لکھیں قاری کے منہ سے اُن کا نام نکلے۔سُنو ہماری تصنیفات کتابوں کی صورت میں کم اور اوراق کی صورت میں زیادہ گھر گھر جا پہنچیں ہیں۔کتاب ضبط ہوسکتی ہے۔اوراق نہ ملیں گے، نہ ضبط ہوں گے۔اوراق سے تو وہاں بھی تحریکیں جاری ہیں جہاں سو فیصد زبان بندی ہے۔ آہنی دیواروں کے پیچھے نوعِ انسانی چیخیں مار رہی ہے۔ہم تحریک تشیع کے اصول پر وہ کام پہلے ہی سے کرتے ہیں۔جو بعد میں مجبوری سے کرنا پڑتے ہیں۔ہم تخریب

کاروں کو تختِ حکومت اور اقتدار کی کرسیوں سے اتارتے چلے آرہے ہیں۔ یہ تمام ازم ہمارے یہاں سے جاری ہوئے ہیں اور ہماری تائید کر رہے ہیں۔تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ کرہ ارض ہمارا ہے ایک قتل ہوگا دوسو 200 بہادر جنم لیں گے۔دس سربراہ کھڑے ہوں گے۔ایک قلم رُکے گا ایک ہزار قلم رواں دواں چلیں گے۔ ہوشیار باش کہ آہنی شکنجہ بند ہوتا چلا آرہا ہے۔تمہاری خوابگاہیں، تمہاری ازواج، تمہاری اولاد تمہارے چپراسی تم پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔تم معصوم نظامِ خداوندی سے بچ کر کدھر جا سکتے ہو؟ ہماری زبان بند کرنے کی ہر کوشش ناکام ہو کر رہنا ہے۔ بائیکاٹ کرنا ہمارا علاج نہیں۔کفروشرک وشیخوں کے فتاویٰ ہماری راہ نہیں روک سکتے۔ ہمارا علاج ایک اور صرف ایک ہے۔تم اپنا مذہب پیش کرو ہم اپنا دین سامنے لائیں۔عوام کو آزاد چھوڑ دو۔اُنہیں مدد دو کہ وہ دونوں مذاہب میں سے جسے چاہیں اختیار کرلیں۔اور بس

آیات اور احادیث کو سمجھنے کے لئے تخریب کاروں پر نظر رکھیں (علیؑ)

اسلامیات کے طالب علم بھی جانتے ہیں کہ عہد رسولؐ میں کچھ دانشورانِ عرب بعض مناسب مواقع کا انتظار کرتے تھے۔اور جب موزوں سمجھتے تھے تو رسولؐ اللہ سے یہ سوال کیا کرتے تھے کہ ''کیا فلاں حکم اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے یا آپ نے خود اپنی رائے سے حکم دیا ہے؟''

مسلمانوں کی تاریخ و روایات میں یہ طرزِ عمل اور سوال بڑے زور وشور سے اور بڑے فخر کے ساتھ بار بار لکھا جاتا رہا ہے۔اور پھر وہ مقصد بیان کیا گیا ہے جس کو ذہن میں رکھ کر یہ سوال کیا جاتا تھا۔یعنی اگر رسولؐ اللہ یہ جواب دیں کہ مذکورہ حکم وحی خداوندی میں آیا ہے۔تو اُس کی تعمیل واجب سمجھیں اور اگر رسولؐ کا اپنا ذاتی حکم ہو تو تعمیل میں اپنی

ذاتی رائے پر عمل کریں۔ پرویز صاحب اور دیگر مسلمان دانشوروں نے اس کی بہت سی تاریخی و عملی مثالیں دی ہیں۔ چنانچہ رسولؐ اللہ کے احکام کی دو الگ الگ حیثیتیں ثابت کر کے رسولؐ کے احکامات سے اختلاف اور سرتابی اور خلاف ورزی کو اسلام کا اہم جُز قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ رسوؐل کے بعد کا سربراہ یا خلیفۃ المسلمین مجاز ہے کہ وہ رسوؐل کے قائم کردہ اُس دستور کو بحال رکھے یا منسوخ کر دے یا اُس میں اصلاح کر دے جو آنحضرتؐ نے اپنی ذاتی بصیرت سے جاری کیا تھا۔ اس پر ثبوت لانے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ یہ حقیقت سرکاری مذہب کے مسلمات میں سے ہے۔ اور سرکاری قوانین یعنی اصول فقہ کی ہر کتاب میں مفصل مذکور ہے۔ ہم نے یہ سوال اس لئے اُٹھایا ہے۔ کہ اپنے قارئین کو یہ بتائیں کہ:

(1) عرب دانشوروں کو یہ اختیار کہاں سے ملا تھا کہ وہ رسولؐ سے یہ یا اسی قسم کا کوئی سوال دریافت کریں؟ پھر

(2) یہ اختیار کس نے دیا تھا کہ رسوؐل کے ذاتی حکم کو واجب التعمیل نہ سمجھا جائے؟

ہماری تیسری اور خطرناک بات یہ ہے کہ:

(3) وہ دانشورانِ عرب یہ سوال کرتے ہی کیوں تھے؟ جب کہ ہر اُترنے والی آیت مجمع عام میں سنا دی جاتی تھی۔ جب کہ کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ساتھ کے ساتھ قرآن کو لکھتے جاتے تھے۔ اور یوں لکھا جانے والا قرآن روزانہ اہل قلم صحابہ کے ساتھ اُن کے ذاتی نسخے کی حیثیت سے اُن کے ساتھ اُن کے گھروں میں چلا جاتا تھا۔ اور وہاں سے ہر وقت دیکھا جا سکتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا سوال کرنے والے لوگ نہ تو اُن صحابہ میں سے تھے۔ جو روزانہ قرآن لکھتے تھے؟ اور اگر تھے؟ تو وہ لکھنا جانتے ہوں

گے۔مگر پڑھنا اور سمجھنا نہ جانتے تھے۔نہ وہ اُن لوگوں میں سے تھے جو روزانہ قرآن یاد یا حفظ کیا کرتے تھے۔اگر تھے تو روزانہ سارا بھول جایا کرتے تھے۔پھر نہ یہ دانشورانِ قوم اُن صحابہ میں سے تھے۔جو اپنا زیادہ وقت آنحضرتؐ کے پاس گزارتے تھے۔اگر تھے تو یقیناً اندھے، بہرے اور گونگے تھے۔اس لئے کہ نہ تلاوت کو سُن سکتے تھے۔نہ کسی سے دریافت کر سکتے تھے۔نہ لکھنے پڑھنے والوں کو دیکھ سکتے تھے۔یا پھر یہ ایسے لوگ تھے جو کبھی کبھار کہیں سے آجاتے تھے اور چند سوالات کر کے چل دیا کرتے تھے۔مگر تھے بہت اہم لوگ کہ اُن کا فیصلہ قانون بن جاتا تھا۔اور قانون بھی ایسا جو رسولؐ اللہ کو بھی بالائے طاقِ نسیان رکھ دے۔اور

(4) یہ ثابت شدہ بات ہے کہ اُن کا ایمان قرآن کی اُن تمام آیات پر نہ تھا۔جن میں رسوؐل کے منہ سے نکلنے والی ہر بات کو وحی فرمایا گیا (النجم 53/3-4) جن میں آنحضرتؐ اور تمام محمدوؐں کی مشیت و منشا کو اللہ نے اپنی منشا و مشیت فرمایا ہے (دھر 76/30)(تکویر 81/29) جن میں اُن کے ہر فعل اور عمل کو وحی کے ماتحت اور اتباع میں سرزد ہونے کی ذمہ داری لی گئی ہے (یونس 10/15 وغیرہ) جن آیات میں آنحضرتؐ کے علم کو ہمہ گیر و لا محدود بتایا گیا ہے (بقر 2/151) جن میں حضورؐ کو علم غیب کے لئے منتخب اور فراخدل فرمایا ہے عمران (3/179 تکویر 81/22-24) رسولؐ اور قرآن کی پوزیشن واضح کرنے والی سینکڑوں آیات کے منکر ثابت ہو جانے کے بعد اُن دانشورانِ عرب کی اپنی پوزیشن مشکوک ہو جاتی ہے اور اُن کو اُس گروہ کا نمائندہ اور سربراہ ماننا پڑتا ہے۔جس کے قلوب و اذھان میں رسوؐل کے خلاف ایک منصوبہ تھا جسے قرآن نے لفظ زیغ سے واضح کیا ہے۔اور بتایا ہے کہ یہ گروہ قرآن کی

محکم آیات کا قطعاً منکر ہے۔اور متشابہات پر بھی من وعن یقین وعمل نہیں رکھتا بلکہ متشابہات میں اس لئے غور وفکر کرتا ہے کہ جہاں کہیں دلوں میں طے کردہ منصوبہ کو تقویت ملتی ہو یا تائید کا شبہ پایا جاتا ہواُس مقام کو لے کراُمت میں اپنی فتنہ ساز اسکیم رائج کریں اور منشائے خدا ورسولؐ اورآل رسولؐ کے خلاف تاویلات پھیلاتے چلے جائیں (عمران 3/7) اورآخری بات یہ کہ:

(5) ایسے سوال اس لئے کئے جاتے تھے کہ لوگوں کومستقبل کے لئے گواہ بنایا جائے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ رسولؐ قرآن کی موجودگی میں اپنی رائے سے اجتہادواستنباط کیا کرتا تھا۔اور یہ کہ آنحضرؐت کے فلاں فلاں احکام اوراجتہادات غلط نکلے۔الغرض یہ عرب کے عوام نہ تھے۔یہ یہودونصاریٰ کے مجتہدین تھے جواسلام کی نقاب میں اُدھر سے اِدھرآ گئے تھے۔اُن کے مفصل حالات ہماری تصنیفات میں ملاحظہ ہوں۔

ملت شیعہ اورآئمہؑ کے صحابہ میں مجتہدانہ ذہنیت

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ آئمہ علیھم السلام کے زمانہ میں جولوگ حکومت سے سازباز رکھتے تھے وہ شیعوں میں کس قسم کا کاروبار کرتے تھے؟اور یہ کہ اُس ذہنیت یا گروہ سے ہوشیار رہ کراحادیث کا منشا ومراد سمجھنا لازم ہے۔ورنہ قدم قدم پر انہوں نے گمراہی کے گڑھے کھودے ہیں اورانہیں عرب دانشوروں کی طرح مقدس الفاظ و جذبات سے خس پوش کردیا ہے کہ جواُدھر سے گزرے اوراحتیاط وتدبر کا سہارا نہ لےتو دھڑام سے گڑھے میں گرے۔عمر بھر شیعہ رہے اور ملتِ شیعہ کوگمراہ کرے اورخود جہنم میں جائے اور دوسروں کو بھی ہمراہ لے جائے۔شیعوں میں یہ گروہ رفتہ رفتہ قومی سربراہی کے مقام تک پہنچا چونکہ اس کے مقاصد کا نقطہ کمال حکومتِ وقت کا تحفظ اور

اُس کے مذہب کا اجرا تھا۔اس لئے مجتہدین کے اُس گروہ کو ہر زمانہ کی حکومت کا پورا پورا تعاون حاصل رہا۔اور جس گروہ کو حکومت کا تعاون حاصل ہو وہ جس قوم پر چاہے تسلط حاصل کرسکتا ہے۔لہٰذا شیعہ عوام نے اُن کو شیعہ سمجھا۔اُنہوں نے اعتماد حاصل کرنے اور اعتماد بحال رکھنے کے لئے چند ایسے عقائد کا مظاہرہ جاری رکھا جو اِدھر اُن کا پکا شیعہ ہونا ثابت کریں اور اُدھر نتیجہ میں ملتِ شیعہ کے لئے نہایت مضر و مہلک ہو۔مثلاً تبّرا اور لعنت سے عوام اہلسنت کو چڑانا کہ وہ متنفر رہیں اور حق بات بھی شیعہ زبان سے نہ سُنیں لہٰذا مذہبِ حقہ کی تبلیغ و اشاعت رُکے اور مخالف لوگ مشتعل ہوکر شیعوں پر مظالم کریں اور مذہب حقہ کی مالی وانفرادی قوت کمزور ہوجائے۔اور یہ لوگ حکومت سے سفارش کر کے مزید مظالم رکوائیں اور شیعوں پر احسان فرمائیں۔یہ اعلانیہ سربراہی تھی۔اور اندرونِ خانہ وکتب خانہ ومجالس و جمعہ و جماعت وغیرہ میں بتدریج عقائد حقہ کو مشکوک کرنا۔پھر اُن میں اصلاح کرتے ہوئے احادیث پر تنقید کرنا۔عقائد کو رفتہ رفتہ اپنے بزرگوں کے عقائد سے لا ملانا۔یہ پوری کوشش اور عمل درآمد ہم نے تفصیل سے لکھا ہے۔اور آج پچاس سال کے عرصہ میں کسی جانب سے کسی مجتہد نے اس کے خلاف قلم نہیں اُٹھایا۔یہاں تو چند پہلو پر چند مثالیں دی جائیں گی تا کہ مجتہدانہ چارسوبیس (420) قارئین پر اثر انداز نہ ہو۔

(1) امام محمدؑ باقر، مجتہدانہ ذہنیت سے تعارف کراتے ہیں

شیعوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پہلی صدی ہجری کے بزرگوں میں سے ہیں۔وہ حضرتؑ اپنے صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما ہیں۔اور نہ معلوم کیا صورت پیش آئی ہے جس پر آپؑ نے اپنا دردِ دل بیان فرمایا اور اُس گروہ کی

شیعوں میں موجودگی اور اُن کی کوششوں اور مقاصد سے روشناس کرانا ضروری سمجھا۔ جس کا تذکرہ ہم نے ابھی ابھی کیا تھا۔ چنانچہ جناب ضریس کناسی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا وہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام اپنے صحابہ کے مجمع میں فرماتے ہیں کہ:

عجبت مِنْ قَوْ مٍ یَتَوَ لُّو نَا وَ یَجْعَلُوْنَ آئِمَّةً وَّ یَصِفُوْنَ اَنَّ طَا عَتَنَا مُفْتَرِ ضَةٌ عَلَیْهِمْ کَطَا عَةَ رَسُوْ لِ اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله .ثُمَّ یکسرون حُجّتهُمْ و یَخصِمُون اَنْفسهم بِصنْعُفِ، قُلُوْ بِهِم ، فَینقُصُوْ نَ حقَّنَا وَ یَعِیْبُوْ نَ ذٰلِكِ عَلٰی مَنْ اَعْطَا هُ اللّٰهُ بُرْ هَا نَ حَقٍّ مَعْرِ فَتِنَا و التسْلِیم لا مرنا...أَ تَرَوْ نَ اَنَّ اللّٰهَ تبارك وَ تَعَا لٰی افْتَرَ ضَ طَا عَةَ اَوْلِیَا ئِهِ عَلٰی عِبَاد هٖ ، ثُمَّ یُخْفِیْ عَنْهم اَخْبار السما وات والارضِ و لقطع عَنهم موادّ الْعِلْمِ فِیْمَا یَرِدَ عَلَیْهِمْ مِمَّا فِیه قوام دینهم..........الخ

(کافی کتاب الحجة باب اَنَّ الائمة یعلمون علم ما کان وما یکون و انّه لا یخفی علیهم الشی)

"کس قدر تعجب انگیز ہے وہ قوم جو ہماری ولایت کا اعتقاد رکھتی ہے۔ اور ہمیں منصوص مِن اللہ امام بھی ثابت کرتی ہے۔ ہماری اطاعت کو اپنے اوپر اُسی طرح فرض سمجھتی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض تھی۔ پھر اس کے باوجود وہ اپنی بصیرت کی خامی سے اپنے اِن عقائد کو مخالفانہ باتیں کر کے اور اپنی ذہنی الجھن کی بنا پر باطل کرتے رہتے ہیں۔ اور ہماری حقیقی پوزیشن میں نقائص پیدا کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ یہ گروہ اُن لوگوں کی بات ماننا تو کجا بلکہ اُن کو غلط کار قرار دیتا ہے۔ جن کو خدا

نے ہماری پوزیشن کی حقیقی معرفت اور دلائل عطا فرمائے ہیں اور جو بلا عذرو ہیر پھیر ہمارے احکام کو تسلیم کرتے ہیں۔کیا تم لوگوں کی عقل یہ قبول کرتی ہے کہ اِدھر تو اللہ نے ہماری اطاعت اپنے تمام بندوں پر واجب کردی ہو اور ہمیں ساری مخلوق کی تعلیم و اصلاح وترقی کا ذمہ دار بنادیا تاکہ ہرکسی کو اس کی احتیاج وضرورت کا حل بتائیں اور اُدھر اللہ نے پوری کائنات کے حالات وواقعات اور دین کے تمام ذخیروں کو ہم سے مخفی کردیا ہو۔؟''

(2) اس حدیث میں ڈھکوا ینڈ کمپنی کی بارہ سو سالہ تاریخ ہے۔اور ساتھ ہی وہ تمام عقائد واصول موجود ہیں جو مذہبِ حقہ اثنا عشریہ کی بنیاد ہیں۔اور جن کے خلاف نزول قرآن کے زمانہ سے نظامِ اجتہاد برسرپیکار رہتا ہوا ڈھکو کی صورت میں ہم تک پہنچا ہے۔ایک سرسری نظر میں چند اصول ملاحظہ ہوں:

(الف) ولایت آئمہ اثنا عشریہ کو مانتے ہی حکومت کی باقی اقسام باطل ہو جاتی ہیں حکومتِ الٰہیہ ثابت اور حکمرانیِ جمہور و جمورے باطل، الیکشن واستیلا حرام۔

(ب) امامؑ کی اطاعت کا مطلقاً وجوب عصمتؑ کو ثابت کرتا ہے۔اور چونکہ

(ج) خدا کے بندوں میں کائنات کی ہر چیز داخل ہے۔ملائکہ ہوں یا جنات، انسان ہوں یا حیوانات، ارواح ہوں یا نباتات، کرہ ہائے ارضی ہوں یا سماوات، یعنی ہر وہ ہستی جس کے لئے اسلام لانا ثابت ہے(اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡهًا وَّ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُوۡنَ (عمران 3/83) لہٰذا اس وسعت کے لئے ہی پوری کائنات کی ہر ہر شے کا علم واطلاع دیا جانا لازم ہے۔اور اسی بنا پر قرآن ایسی کتاب ملی جس میں ہر شے کا بیان اور ہر شے کی تفصیل (نحل 16/8 یوسف 12/111) موجود

ہے۔ لٰہذا آئمہ علیھم السلام کے لئے وہ تمام فضائل ثابت ہوئے جو قرآن کریم نے ریکارڈ کئے ہیں۔ اور یہ وہ مقام ثابت ہوگیا جو اللہ نے اپنے بعد اُنؑ ہی کو دیا ہے۔ پھر

(د) کائنات اور تمام مخلوقات کی ہدایت کے لئے لازم ہے کہ آئمہ علیھم السلام اوّلین مخلوق ہوں۔ تاکہ ہر چیز کی تخلیق وترکیب وغرض وغایت کا علم حاصل ہو اور چیزوں پر سبقت ودرجہِ راہنمائی حاصل رہے۔ یہی تصدیق ہے **اوّل ما خلق اللّٰہ نوری اور انا و علیؑ من نور واحد** کی اور یہ کہ ہم سب محمدؐ ہیں۔ آخری اور پانچویں بنیاد یہ کہ:

(ہ) آئمہ اہلبیت علیھم السلام جس طرح انسانوں کی ضروریات واحتیاجات پر مطلع ہیں اُسی طرح تمام مخلوق سے مطلع ہونا ضروری ہے۔ تمام مخلوق سے رابطہ رکھنے کی اہلیت وقدرت سب کی زبان اور احساسات پر آگاہ تمام کائنات پر نگاہ، اور آنِ واحد پر سب کے قریب رہنے کی خدائی اسکیم کا عملی ومحسوس وسیلہ ہیں۔

(3) مجتہد ذہنیت شیعہ نقاب میں منکرِ امامت رہتی ہے

جس قوم کا شکوہ کیا گیا ہے۔ اُن کے شیعہ ہونے کی غرض اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی وہ شیعہ لباس میں رہ کر، شیعوں کے اعتقاد کا اعلان کرتے ہوئے، شیعوں کے ساتھ روزہ نماز اور دیگر اعمال کرتے ہوئے شیعوں پر کامیابی سے اثر انداز ہوسکیں گے۔ اگر وہ شیعہ عبا قبا اور عمامہ میں ملبوس نہ ہوتے تو اُن کی باتیں اھل خلاف کی باتوں کی طرح سنی جاتیں۔ عوام تو فوراً ڈنڈا لے کر پٹائی کر دیتے۔ اور دانشورانِ قوم یا علمائے شیعہ انہیں باطل مذہب کا آدمی ہونے کی حیثیت کے مطابق جواب دیتے اور اُن کی ہر بات کو ضد اور تعصب کے چشمے میں سے دیکھتے۔ لیکن جب شیعہ یہ دیکھیں کہ

فلاں گاؤں میں فلاں رئیس کے یہاں فلاں شخص بچپن سے خدمتگار تھا۔رئیس نے خدمت کی بنا پر دینی مدرسہ میں داخل کیا۔وہ دن رات شیعہ بچوں کے ساتھ رہا،کھیل کود،نماز روزہ،سونا جاگنا،اُٹھنا بیٹھنا شیعوں کی طرح شیعوں کے ساتھ مشاہدہ میں آتا رہا۔محنت کرتا پاس ہوتا رہا۔پھر اُسے نجف اشرف بھیجا گیا۔وہاں کی رہائش اور تعلیم میں بھی نقص نہیں ملتا۔آخروہ آج کل کے مجتہدوں کی طرح نجف سے واپس آتا ہے۔اور بڑے خلوص و ہمدردی کے ساتھ شیعہ قوم کی اصلاح کے لئے دن رات محنت کرکے کتابیں لکھتا ہے۔دن بھر درس وتدریس پر محنت کرتا،آرام کے اوقات کو قوم کے غلط عقائد وتصورات کی اصلاح پر صرف کرتا ہے۔بتایئے اب تو صرف یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ نہایت خلوص وادب سے شیعوں کو راہ راست پر لانا چاہتا ہے۔لہٰذا ناواقف اور بھولے بھالے پُر خلوص عوام،جو پہلے ہی صدیوں سے خطا کاروں کی تقلید کو واجب سمجھ کر اطاعت شعار ہیں،فوراً اُس کے منہ سے نکلے ہوئے حق نما باطل کو قبول کرلیں گے۔اور جبکہ لعنت اور تبرا کا ورد بھی اُس مجتہد کے حربوں میں سے ایک بے پناہ حربہ ہو۔عوام تو عوام ہیں۔مقلد قسم کے گھریلو مجتہد اور نظامِ اجتہاد کے پروردہ علمائے شیعہ اور مالکانِ اخبار واجارہ دار بھی اُس کے بیانات کو اپنی تقاریض میں اور ماھنامہ ''نور'' کے اوراق میں لپیٹ کر تمام ملتِ شیعہ کے لئے ''سرمایہ ایمان'' قرار دیں گے(دیکھو اصول الشریعہ صفحہ 255.....244 تقاریظ)تاکہ جب وہ مجتہد پوری قوم پر مسلط ہو جائے اور ملک میں اُس کا سکہ چلنے لگے تو آٹھ دس عدد علمائے شیعہ کو اُن کا قرضہ اور صحابیت کی سند اور مستقل وظیفہ بطور حق الخدمت مل جائے۔قارئین مندرجہ بالا صفحات(250.....244)ضرور پڑھیں۔اور پھر سوچیں کہ جس قوم کی باگ

ڈورایسے علمانے سنبھال رکھی ہو وہ اگر مذہب حق پر اب بھی برقرار ہے۔ تو یہ ایک معجزہ ہے۔ اُن علما میں ایسے ایسے با کمال عالم اب تک بقید حیات ہیں۔ جنہوں نے ڈھکو صاحب کی کتاب احسن الفوائد کو 1966 میں ''سرمایہ ایمان'' سمجھا اور لکھا۔ لیکن ٹھیک ''دس سال'' کی کوشش اور چیخ پکار کے بعد یہ سمجھے اور لکھا کہ مسٹر ڈھکو کے لکھے ہوئے عقائد سرمایہ ایمان نہیں بلکہ عقائد فاسدہ تھے (در نجف یکم ۔ آٹھ اکتوبر 1975)(اِنَّا للّٰہ و اِنَّا الیہ رٰجعون)

نوٹ:۔ مذہب شیعہ کے چوٹی کے علمانے فریب کیوں کھایا؟

وہی کتاب اور وہی عقائد جن کو تمام پاکستانی علمائے شیعہ نے اور جناب السید محسن حکیم طباطبائی نے سرمایہ ایمان اور قابل تقلید اور حق سمجھا تھا۔ آخر دس سال بعد عقائد فاسدہ کیسے اور کیوں بن گئے؟ اس کا مختصر ترین جواب تو یہ ہے کہ ''یہ سب نظامِ اجتہاد اور تقلید کی کرشمہ سازیاں ہیں'' اور ذرا واضح جواب یہ ہے کہ علمائے مجتہدین کے یہاں اس قسم کی تحریریں اور کتابیں ہر مجتہد نے لکھی ہیں۔ جیسی حضرت علامہ محمد حسین ڈھکو نے لکھیں۔ فرق یہ تھا کہ ڈھکو سے پہلے والے مجتہدین اصولِ تدریج پر عمل کرتے تھے۔ اور شیعہ مومنین کو اہلبیت علیھم السلام کی تنقیص اور اُن کے مقام بلند میں تقصیر پڑھنے کے عادی رکھنے کے لئے مرحلہ وار، آہستہ آہستہ اپنے عقائد کی طرف لاتے تھے۔ اور باقی کتابیں ایسی بھی لکھتے تھے۔ جن سے مومنین کی اشک شوئی بھی ہوتی رہے۔ تاکہ ہر بعد میں آنے والا مجتہد اپنی کتاب میں ذرا سا اور آگے بڑھے لہٰذا زیر بحث علمانے ڈھکو کی کتاب احسن الفوائد کو اُسی تدریجی نظر سے دیکھا اور لکھ دیا کہ:

1۔ ''ہم نے کتاب کو اپنے عمومی کتب خانہ میں رکھ دیا ہے۔ تاکہ اس سے عام استفادہ

ہو سکے'' (محسن حکیم مرحوم) (نجف)

2۔ ''کتاب نہایت مفید ہے اور اس سے میری معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔'' (مولانا سید محمد باقر صاحب مرحوم)

3۔ ''ضروری مسائل ملت جعفریہ کو جس انداز میں حل کیا گیا ہے وہ لائق صد ستائش ہے۔ جو معصومین علیھم السلام کے بتلائے ہوئے مذہب کو عقل و علم و قرآن کی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُن پر اِس کتاب کا مطالعہ واجب ہے۔ (سید محمد دہلوی مرحوم)

4۔ ''محمد حسین صاحب نے اُردو میں بسیط شرح لکھ کر عصر حاضر کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ میں اس کے مطالب عالیہ سے مستفید و شرفیاب ہوا۔'' (مفتی و مجتہد جعفر حسین)

5۔ ''حقیقت ہے کہ اتنی ضخیم شرح ایک ہزار سال میں بھی نہیں لکھی گئی۔ اصول اسلام و ایمان کو براہین عقلیہ و نقلیہ سے ایسا مضبوط اور موکّد کیا ہے۔ کہ قبول کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔'' (مولانا مرزا احمد علی مرحوم)

6۔ ''قوم پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔ اس جامع کتاب میں جملہ شیعی معتقدات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اور ایسے ایسے اچھوتے استدلال اور مباحثات درج کیے گئے ہیں۔ جو فی زَمَانِنَا بڑے بڑے علمائے کرام کے اذہان میں بھی مستحضر (حاضر و موجود) نہ ہوں گے۔'' (سید امداد حسین کاظمی مرحوم)

7۔ ''یہ کتاب ہر شیعہ کے گھر میں ہونی چاہیے۔ کیونکہ ایسی ہی چیزیں ہمارے لئے سرمایہ ایمان ہیں۔ ایسی کتابوں کے شائع ہونے کی بڑی ضرورت ہے۔ یہی وقت کی صحیح آواز ہے۔ سرکار علامہ محمد حسین قبلہ مجتہد دامت فیوضہ ہمارے علمائے کرام میں

ایک بڑی ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ اپنے زورقلم سے جس طرح نصرت دین مبین اور حمایتِ مذہب حقہ فرمارہے ہیں۔ وہ قابل تحسین وآفرین ہے۔ جزاھم اللہ خیرالجزاءٖ۔ اللہ کرے زورقلم اور زیادہ۔'' (حضور شمس الواعظین سرکار خطیب اعظم مولانا ظفرحسن صاحب مترجم کافی وموسس وبانی جامعہ امامیہ مصنف صدہا کتب مالک ماھنامہ نور)

8۔''ہر ایک مومن جو اپنے اعتقاد کے حصار کو مستحکم کرنا چاہتا۔ یا اپنے مذہب وایمان کے حقائق سے واقفیت کا خواہان ہے۔ ہماری سفارش سے ایک ایک جلد حاصل کرے اگر خدانخواستہ اُسے معلومات علمیہ کا بیش بہا خزانہ محسوس نہ ہوتو ہم سے قیمت واپس لے سکتا ہے۔'' (بابائے صحافت ابوالبشر حضرت مولانا سید عنایت علی شاہ صاحب اخبار درِنجف) (مرحوم)

9۔''دین اسلام کو سامانِ استقامت واستعانت اور باطل شکن استدلالی قوت و طاقت فراہم کرکے خوشنودی محمدؐ وآل محمد علیھم السلام کا پروانہ حاصل کرلیا ہے۔ مخالفین کے مقابلہ میں حرز کامل، معاندین کے لئے سرمہ بصیرت، متخاصمین کے لئے تازیانہ عبرت، محققین کے لئے زادراہ مقتدین کے لئے لائحہ عمل، مومنین کے لئے سرمایہ ایمان اور متقین کے لئے بشارتِ جنت ہے۔'' (مولانا حکیم سید سید سرفراز حسین شاہ صاحب)

ان علمائے کرام نے صرف بارہ صفحات کتاب کی مدح وثنا اور تصدیق میں لکھے ہیں۔ ہم نے چند جملوں کو بطور نمونہ لکھ دیا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ ہمارے تمام ہی علما بہت مطمئن اور خوش ہوئے تھے۔ اور ڈھکو صاحب کی مدح وثنا میں جتنا

لکھنا جانتے تھے سب لکھ دیا تھا۔اور سوائے ایک بزرگ کے ان نو علما میں سے کسی نے یہ محسوس تک نہ کیا تھا کہ ہمیں ایک روز اپنی تحریروں پر پچھتانا پڑے گا۔لیکن انقلاب اس لئے آیا کہ جناب محمد حسین مجتہد نے اپنے پیشرو مجتہدین کا طریقہ چھوڑ دیا۔اور مومنین کی اشک شوئی پر کچھ لکھنے کے بجائے اجتہاد کے تمام اوزار وہتھیار دھڑا دھڑ استعمال کرنا شروع کر دئے اور اس طرح نظامِ اجتہاد کی ھنڈیا کا ڈھکن چوپٹ کھول دیا۔اور تمام پاکستانی شیعوں کو مفوضہ، غالی، نصیری، اور شیخی کہہ کر جھنجوڑ دیا۔اور یہ نہ سوچا کہ اس طرح نظام اجتہاد کی ساری پول کھل جائے گی۔مذکورہ بالا مداحوں کو باری باری داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔اور اب دس میں سے صرف چار باقی رہ گئے (یعنی جعفر، ظفر، اور سرفراز) دسویں صاحب کا تذکرہ ابھی باقی ہے۔اور اتفاق سے ان کا نام نامی یارمحمد ہے۔آپ نہایت تجربہ کار، جہاندیدہ عالم ہیں۔اُن کی تقریظ کو ہم نے اس لئے ضاد سے نہیں لکھتے کہ وہ صرف یار محمد ہیں۔کسی اور کے نہ دوست ہیں نہ یار ہیں۔جو کچھ حق سمجھتے ہیں اُسے بلاخوف وملامت کہہ ڈالتے ہیں۔انہوں نے اپنی تقریظ میں اُن سب لوگوں کو پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔جو بعد میں علامہ ڈھکو اور ان کی کتاب کی مذمت کرنے والے تھے۔اور اُن سب کو دس سال پہلے نقد اور پیشگی منافق قرار دے دیا تھا۔اسی لئے ہم نے انہیں علیحدہ رکھا ہے۔بڑی مختصر مگر بھرپور تقریظ لکھی ہے۔فرماتے ہیں:

10۔'' ہم نے کتاب احسن الفوائد۔۔۔۔۔۔۔۔کے اکثر مقامات کا مطالعہ کیا ہے اور اُسے متن (عقائد شیخ صدوق) کی طرح گرانقدر کتاب پایا ہے۔2۔جسے ہر عالم پسند کرتا ہے 3۔اور جاہل مطلق ناپسند۔4۔اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا

اور روح کو پیدا کیا ہے 5۔ کہ یہ کتاب پڑھنے والے پر بلا کم و کاست حقیقی اسلام کا خلاصہ پیش کرتی ہے ۔6۔ یہ ایسی کتاب ہے جسے پسند نہیں کرتا مگر مومن ۔ 7 ۔اور نا پسند نہیں کرتا مگر منافق ۔ 8 ۔خدا اُس کے شارح فاضل المعی عالم عقیل فقیہ الشیخ محمد حسین شاہی کو جزا خیر دے وغیرہ ۔،، (السید محمد یار)

(4) صرف ایک مجتہد اتنا خطرناک ہوسکتا ہے تو مجتہدین کی قوم؟

قارئین نے دیکھا کہ کتنے بڑے عظیم الشان اور مقدس علمائے شیعہ مسٹر ڈھکو کے معاملہ میں دھوکہ کھا گئے اور اُن کے حق نما باطل کو خالص حق اور سرمایہ ایمان سمجھ کر اُنہیں مذہبِ شیعہ کا صرف ایک حقیقی بلند مرتبہ عالم ہی نہ مانا ۔ بلکہ یہاں تک لکھ مارا کہ: ''البتہ خدماتِ حضر تعالی درراہ دین وایمان وتشئید عقائد نزدِ حضرتِ ولی عصر (اروا حنا فداہ) ذخیرہ خواہد بود۔''

یعنی ''دین وایمان وعقائد کے احکام کے سلسلے میں آپ کی خدمات یقیناً ولی عصرؑ امام زمانہ کی بارگاہ میں ذخیرہ ہوں گے۔'' (اصول الشریعہ) یہ سب کچھ ایسی صورت میں لکھا گیا ہے ۔ جب کہ اُس کتاب میں محمدؐ و آل محمدؐ کے تمام بنیادی فضائل کا کھلا انکار موجود تھا اور ہے ۔تمام عقائد کو کفر و شرک کہا گیا تھا یعنی دین وایمان وعقائد کا ایسا شاندار انکار کیا گیا تھا ۔کہ اُس کی تفصیل دکھانے کے لئے علمائے شیعہ کو دس کتابیں لکھنا پڑیں اور بھی قلم چل رہے ہیں اور چلتے رہیں گے ۔ یہاں تک کہ ڈھکوی اجتہاد کی دھجیاں بکھر جائیں۔

(5) اب یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب نشر و اشاعت اور روشن خیالی کے اس زمانے میں ایک مجتہد تمام نمائندگان مذہب شیعہ کو فریب میں مبتلا کر کے اپنے باطل

مسلک و مذہب پر تمام علما سے تحریری اجماع و اتفاق کرا لے تو آج سے گیارہ سو سال پہلے کے دور میں مجتہدین کا وہ جم غفیر کیا کچھ نہ کرتا جسے امام محمد باقر علیہ السلام لفظ قوم یعنی ایک بڑی اور منظّم جماعت فرما رہے ہیں۔ اور یہی وہ خطرہ تھا جس سے آپؑ نے اپنے صحابہ کو خبردار کیا تھا۔ اور مجتہد گروہ کی پالیسی بیان فرمائی تھی۔ آپؑ نے جو کچھ فرمایا اور جس انداز و ترتیب سے فرمایا وہ بڑا معنی خیز ہے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ مجتہد گروہ قیامت کا منکر ہے یا یہ کہ وہ توحید و نبوت کے منکر ہیں نہ یہ کہ وہ عدل کا انکار کرتے ہیں نہ یہ کہ وہ نماز، روزہ، حج و زکاۃ، خمس و جہاد سے انکاری ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ان تمام چیزوں کو مانتے ہیں۔ بلکہ وہ آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی ولایت و امامت کے بھی قائل ہیں اور اُن کی اطاعت کو رسولؐ کی اطاعت کی طرح فرض کہتے ہیں۔

قارئین غور کریں اور گن کر دیکھیں کہ کیا شیعہ عقائد میں سے کوئی چیز باقی رہ گئی جو امامؑ نے اُس گروہ کے لئے تصدیق نہ کر دی ہو؟ یعنی مجتہدین کا عقیدہ بالکل وہی رہتا ہے۔ جو شیعوں کا عقیدہ ہوتا ہے۔ مگر۔ آگے والے جملے یہ بتاتے ہیں کہ وہ گروہ اُن شیعہ عقائد کو اس ترکیب سے اختیار کرتا ہے کہ وہ خود یا کوئی اور شخص جب چاہے ایسی دلیل و حجت قائم کر سکتے ہیں جن سے تمام عقائد نمبروار باطل ہوتے چلے جائیں (ثُمَّ یکسرون حُجَّتهم) پھر اپنی قائم کردہ دلیل و حجت کو توڑ ڈالتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ پہلے ہی سے وہ ہر عقیدہ کو ختم کر دیتے ہیں یا بدل لیتے ہیں۔ اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اس پالیسی کو وہ گروہ کیسے اور کن معاملات میں استعمال کرتا ہے؟

اوّل۔ ہمارے حقوق میں نقص پیدا کرنے میں، اور

دوم۔ جو شخص ہماری حقیقی معرفت پر قائم ہو اور ہماری حقیقی پوزیشن ثابت کرتا ہو اُس میں عیب نکالنے میں۔

یہ دونوں صورتیں ڈھکو کی کتابوں اور اُن کے پیدا کئے ہوئے ہنگاموں اور اُن کی جماعت اور اخباروں میں شائع شدہ فتاویٰ اور اتہامات سے بار بار ثابت ہیں۔

1۔ وہ آئمہ کے لئے علم ما کان و ما یکون کے قائل ہیں۔ مگر ایسی احادیث سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ حضرات فرشتوں یا روح القدس کے محتاج تھے۔ اور ہر وقت عالم نہ تھے۔ بلکہ جب جاننا چاہتے تھے علم کا بٹن (switch) دباتے، فرشتہ آتا، چپکے سے پوچھتے، وہ بتا دیتا تو اب مجمع کی طرف منہ کر کے لیکچر جھاڑ دیتے تھے۔ اور ابھی اس میں ایک ترکیب پوشیدہ رکھی ہے۔ یعنی اگر کوئی یہ کہہ دے کہ جناب اس میں کیا کمال ہوا، فرشتہ اگر مجھے بتا دے تو میں بھی یہ کام کر سکتا ہوں۔ اس کے جواب میں اُن کا آخری اور صحیح عقیدہ آئے گا۔ یعنی بھائی کمال و مال کچھ نہیں یہ تو اللہ کی مرضی ہے۔ وہ جسے چاہے نبیؐ بنا سکتا ہے۔ فرشتہ بھیج سکتا ہے۔ اللہ قادر مطلق ہے۔ جسے چاہے جب چاہے۔ نبیؐ یا رسولؐ بنا سکتا ہے۔ وہ اس کا محتاج نہیں ہے۔ کہ پہلے یہ دیکھتا پھرے کہ کسی آدمی میں پہلے سے کچھ قابلیتیں موجود ہوں تو اُس کو نبی بناؤں۔ یہ کام تو انسان بھی کرتے ہیں۔ پہلے قابلیت دیکھتے ہیں پھر ملازمت اور ذمہ داری سونپتے ہیں۔ اللہ تو ایسی ذات ہے جس انسان کو چاہے آناً فاناً قابلیت عطا کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو مچھر سے نبوت و رسالت کا کام لے سکتا ہے۔ رہ گیا وہ احادیث کا ذخیرہ جس میں نور، نورانی خلقت وغیرہ کا ذکر ہے وہ صحیح ہے۔ وہاں تمثیلی اور مجازی کنایہ و استعاروں میں نوعِ انسان کی بزرگی بیان ہوئی ہے۔ پھر قرآن و حدیث میں

متشابہات بھی ہیں۔عام وخاص بھی ہیں۔مطلق ومقید کی شرط بھی ہے۔وہاں مجمل اور مفصل آیات بھی ہیں۔تمہارا کام یہ ہے کہ علمائے محققین اپنے اجتہاد اور کوشش سے جس بات پر اجماع کرلیں اُس بات کو اللہ ورسولؐ کا حکم اور فیصلہ سمجھ کر مانتے جاؤ۔یہ سب کچھ ڈھکو اور ڈھکوی مجتہدین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔اور نہایت مکاری اور عیاری نیز پُرکاری کے ساتھ شیعہ رہتے ہوئے محمدؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کو مجتہد کے درجہ تک لائے اور لوگوں کو گمراہ کرلیا۔لیکن

(6) شیعہ عوام نے مجتہد کی تقلید تو کی تھی مگر وہ کبھی اُن کی بدعقیدگی کا شکار نہیں ہوئے

ہماری تصنیفات میں بار بار یہ حقیقت ثابت کی جا چکی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد سے لے کر تیسری صدی ہجری کے نصف (250ھ) تک جو عقائد آنحضرتؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام نے مومنین کو سکھائے اور بتائے تھے۔وہ مِن وعَن برابر سینہ بہ سینہ، پشت بہ پشت، نسل در نسل منتقل ہوتے شیعوں میں محفوظ رہتے چلے آئے ہیں۔ جب کبھی عوام کے کانوں تک کسی مجتہد کی بدعقیدہ بکواس پہنچی تو وہ ٹھنڈے دل سے نہیں بیٹھے۔بلکہ ایسے عالم کا یا تو بستر گول کر دیا۔یا اُس کو خانہ نشین رہنے پر مجبور کر دیا۔البتہ نظام اجتہاد برابر علمائے شیعہ پر سواری کی کوشش کرتا رہا۔اور جب موقعہ ملا چڑھ بیٹھا۔ اور اکثر کے عقائد کو خراب بھی کیا۔یہ بھی ہوا کہ مجتہد نہج البلاغہ میں مذکورہ حلیہ بنا کر، تقدس و پارسائی کا لباس پہن کر، قلمی خدمات کی آڑ لے کر، کم گوئی کی عادت مشہور کر کے بند دروازے کے پیچھے گھر میں بیٹھا ہے۔قلم چلا رہا ہے۔لکھ رہا ہے لکھے جا رہا ہے۔مگر یہ کہ لکھ کیا رہا ہے؟ وہ ایسی باتیں اور ایسے عقائد لکھ رہا ہے۔جو شیعہ عوام تو الگ اگر سُنی عوام سُن لیں تو اس کی بوٹیاں نوچ لیں۔جو باتیں اور عقائد اس کے دل

میں وارد ہو رہے ہیں جو وہ مسلمانوں میں رائج کرنا چاہتا ہے۔ مگر عوام ابھی سننے اور برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ وہ انہیں سپرد قلم و کاغذ کر رہا ہے۔ اگلی نسل کے مجتہد کے لئے سامان فراہم کر رہا ہے۔ وہ اپنے مقصد کو قوت دینے کے لئے خود بھی خواب دیکھتا ہے۔ چند ہم عصر علما کے نام اجازت سے اور بلا اجازت بھی لکھتا ہے۔ اور اُن کے فرضی خواب بھی اپنی تصنیف میں لکھتا ہے۔ یوں مسئلہ سامنے آیا اور یوں بحث ہوئی اور یوں وہ یا کوئی اور جمورا لا جواب ہو گیا۔ یوں چِلّا کھینچا یوں (معاذ اللہ) حضرت حجۃ یا حضرت علی وغیرہ علیھم السلام تشریف لائے یہ جواب بتایا یوں ایک آدمی ایک خط دے گیا۔ امامؑ نے یہ لکھا تھا۔ الغرض گھر بیٹھے وہ علما کے اجماع اور مناظرے اور فیصلے گھڑتا ہے۔ ایسی کتابوں کے حوالے دیتا ہے جو کبھی موجود نہ تھیں۔ ایسے علما کا ذکر کرتا ہے جو کبھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ الغرض وہ کتاب اسی قسم کی دوسری کتابوں کی تیاری میں مدد دیتی ہے۔ چودھویں صدی کے لوگ جب کتابوں کے یہ انبار دیکھتے ہیں۔ جذباتِ عقیدت کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ کیا محنت کی ہے؟ کیا سرمایہ ایمان جمع کر دیا ہے؟ کیا خدمتِ دین کی ہے؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ مذہبِ شیعہ اثنا عشریہ نہ ایسی کتابوں کا نام ہے۔ نہ ایسے یا ویسے علما کو مذہب شیعہ کہتے ہیں۔ مذہب شیعہ کسی نئے یا پرانے مجتہد یا عالم کی تصنیف نہیں ہے۔ اس کا تمام ریکارڈ قرآن کریم اور احادیث میں محفوظ ہے۔ اور عملی صورت مومنینؑ کی سیرت و رواسم میں محفوظ چلی آ رہی ہیں۔ ہر وہ بات غلط ہے۔ جو ان تینوں سے ٹکرائے۔ البتہ احادیث کے متعلق یہ جھگڑا باقی رہ جاتا ہے۔ کہ مجتہدین بھی تو اپنے عقائد و مقاصد کے لئے آیات اور احادیث ہی پیش کرتے ہیں۔ یہ جھگڑا کیسے ختم ہو؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ گزشتہ حدیث نے یہ جھگڑا ختم

کر دیا۔ اور بتا دیا ہے کہ خواہ شیعہ لیبل کسی ایک کتاب پر لگا ہوا ہو۔ یا دنیا کی تمام کتب خانوں کی کتابوں پر شیعہ تصنیف لکھا ہوا ہو۔ یا کوئی عالم پیدائشی یا تحقیقی شیعہ کہلاتا ہو یا علما کا ایک لا تعداد گروہ شیعہ ثابت ہو چکا ہو۔ شیعوں کو امام محمد باقر علیہ السلام کی مذکورہ حدیث یہ بتاتی ہے کہ دنیا کی ساری کتابوں اور سارے علما مل کر اور متفقہ اجماعی طور پر اگر محمدؐ و آل محمدؐ کی شان میں نقص بیان کریں تو سب کو جھوٹا اور سازش میں مبتلا سمجھو اور کسی کی بات نہ مانو اس لئے کہ اللہ نے محمدؐ و آل محمدؐ میں کوئی نقص، کوئی غلطی، کوئی غلاظت، کوئی خامی، کوئی کمزوری اور کوئی رجس نہیں رکھا ہے۔ اگر حق کتابوں اور علما اور عوام کی کثرت یا تعداد کے ماتحت ہوتا تو عیسائیوں، یہودیوں اور ھندؤوں کی کتابوں اور علما کی تعداد کے پاس حق ہوتا۔ شیعوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ ہم اِسی لئے اُس کثرت کو ذرہ برابر کوئی اہمیت نہیں دیتے جو علیؑ کے خلاف کھڑی ہو جائے۔ ہم اُن کو مع اُن کی قرآن فہمی اور حدیث دانی کے حق سے دور بہت دور گمراہ یا فریب خوردہ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا قرآن کی آیت ہو یا معصومؑ کی حدیث ہو ہم اُن کی کوئی ایسی تفہیم قبول نہیں کرتے جو آیات سے آیات کو لڑاتی ہو یا حدیث کو حدیث کے خلاف بتاتی ہو یا قرآن کی آیات اور احادیث میں تضاد و اختلاف دکھاتی ہو۔ ہم کہتے ہیں حدیث بھی صحیح ہے۔ آیت بھی حق ہے۔ مگر وہ ترجمانی، وہ معنی اور وہ مفہوم باطل ہے جو اللہ کے کلام میں اور معصومؑ کے کلام میں اختلاف ثابت کرے۔ آئمہ معصومینؑ اور قرآن کریم نے ہمیں بفضل امام زمانہ علیہ السلام وہ طرز فکر دی ہے۔ وہ قواعد تعلیم کئے ہیں کہ ہمیں 65 ویں سال تک تضاد و اختلاف نہیں ملا۔ البتہ ڈھکوی ذہنیت کی تیاری میں اختلاف وتضاد وتباین وخطا وغلطی و

سرکشی وکفر وشرک ونفاق وغیرہ کے اجزا استعمال ہوتے ہیں۔اور وہ کھوپڑی میں ہوں تو وہ اختلاف وتضاد وغیرہ کی پٹاری بن کر رہ جاتی ہے۔

حدیث کو سمجھنے اور اختیار کرنے میں ہمارا اور مجتہد کا طریقہ

جب کوئی حدیث پیش کی جاتی ہے تو طرح طرح کے حیلے بہانے کیئے جاتے ہیں۔مثلاً سنی حدیث ہے شیعہ علما کو قبول نہیں۔شیعہ حدیث ہے سنی علما کو منظور نہیں۔پھر راوی ضعیف ہے حدیث قبول نہیں۔ایک راوی کا نام مذکور نہیں لہٰذا حدیث کنڈم۔راوی شیعہ تھا۔راوی سنّی تھا۔راوی خارجی تھا۔راوی ناصبی تھا۔راوی کمسِن تھا۔راوی کا اتا پتا اور حالات معلوم نہیں۔وغیرہ وغیرہ ایک سوا یسے عذرات ہیں جن کی بنا پر حدیث قبول کرنے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔لیکن آخر میں ایک بات سب نے مانی ہے۔یعنی اگر حدیث قرآن سے موافقت کرتی ہو تو اُسے قبول کرنا پڑے گا۔ یہاں ہم یہ عرض کریں گے کہ اللہ نے رسوؐل کی حدیث کو قبول کرنے میں کوئی شرط نہیں لگائی اور رسوؐل کے منہ سے نکلنے والی ہر بات کو وحی فرما دیا ہے (53/3-4) مطلب واضح ہے کہ رسوؐل کی ہر بات ہر حکم اور ہر فیصلہ بالکل اُسی طرح بے چوں چرا قبول کرو جس طرح اللہ کی بات، حکم اور فیصلہ قبول کرتے ہو (نسا 4/65)۔پھر ہمیں یہ کہنا ہے کہ اگر یہ حدیث قبول کرنے والے یا نامنظور کرنے والے علما اس بات پر شروع سے متفق ہوتے کہ جو حدیث قرآن سے متفق ہو اُسے قبول کرلیں گے باقی ایک سو ننانویں عذرات کرنے اور حدیث کی بیسویں قسمیں بنانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔حدیث سامنے آئی۔قرآن کے موافق نکلی منظور۔مخالف نکلی نامنظور۔یہاں بھی مجتہدین کی ایک اہم پالیسی پس منظر میں برسر کار رہے۔بات یہ ہے کہ وہ کوئی آیت ہو یا حدیث ہو

اُس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک طاغوتی مرکز یا نظام اجتہاد کی پالیسی کے مطابق نہ ہو(مائدہ 5/41 پوری پالیسی مذکور ہے)۔ورنہ وہ آیت ہو یا حدیث اُس میں اپنی مرکزی پالیسی کے اصول کے ماتحت ترمیم کریں گے۔اُنہیں تقاضائے وقت اور قومی وملکی مصلحت سے ہم آہنگ کرنے کے لئے تبدیلی کر دیں گے(یونس 10/15-16)۔یہ ہے وہ پوشیدہ سبب جس کی وجہ سے قرآن کی ہزاروں آیات کو معطل کیا گیا۔ لاکھوں احادیث کو غائب کیا گیا۔اور جو بچ گئیں اُن کو شرائط کی سینکڑوں زنجیریں اور بیڑیاں پہنا کر بٹھا دیا گیا۔اور جدھر حکومتِ وقت کے خود پیدا کردہ تقاضوں کا رخ گھومتا گیا قرآن وحدیث کواجتہاد کی بھٹی میں گرم کرکے پگھلا کر اُسی صورت میں ڈھالا جاتا رہاہے۔اور جو علما اُس کے مخالف پائے گئے انہیں دارو رسن سے دوچار رکھا گیا۔ چنانچہ بہت سے اہلسنت علما بھی ماخوذ ہوتے اور سزائیں پاتے رہے۔لیکن آئمہ معصومین علیھم السلام اور اُن کے پیرو شیعہ مومنین، باوجودیکہ حکومتِ وقت اور سرکاری مذہب کے معلوم ومشہور مخالف رہے،مسائل میں کبھی ماخوذ نہیں ہوئے۔ یہ وہ معصوم طرز تبلیغ تھا جو اِدھر مومنین کوراہ راست سے نہ ہٹنے دیتا تھا۔ اور اُدھر حکومت کوتلاش وجستجو کے باوجود موقعہ نہ ملنے پاتا تھا۔اس طرز تبلیغ ہی میں وہ قواعد موجود ہیں۔جن کواختیار کرنے سے احادیث کی ترتیب اورتعمیل اور تجویز سمجھ میں آسکتی ہے۔اورتمام اختلافات رفع ہوجاتے ہیں۔شرط یہ ہے کہ خلوص دل سے اللہ و رسوؐل کی حقیقی منشا معلوم کرنا مقصود ہو۔

(1) حدیث قبول کرنے میں قرآن کو معیار کیوں بنایا گیا ہے؟

جب اللہ نے رسوؐل کے منہ سے نکلنے والی ہر بات کومنزل من اللہ وحی فرمادیا

(نجم 53/3-4)۔تو عربوں کو موقعہ ملا کہ رسوؐل کے نام سے ملکی وقومی پالیسیز اور منصوبوں کو اس طرح آگے بڑھایا جائے کہ خود رسوؐل منہ دیکھتا رہ جائے۔اُس وقت رسوؐل اللہ نے اُمت کے عوام سے کہا کہ فریب ساز گروہ میرے نام سے ایسی باتیں بیان کرنے لگا ہے جن کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔جب میرے نام سے کوئی بات چپکائی جارہی ہوتو اس بات یا حدیث کو قرآن کے سامنے پیش کردیا کرو(اعرضوا عَلَی القرآن) اگر وہ قرآن کے موافق ہوتو یقیناً میری حدیث ہے۔ورنہ۔۔۔۔نہیں ہے۔رسوؐل کا منشا ظاہر ہے کہ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ تخریب کار یا مجتہد گروہ رسوؐل کی آڑ میں مسلمانوں کو گمراہ کرسکے۔اب دوتین سوال پیدا ہوتے ہیں اوّل یہ کہ رسوؐل نے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن میں سے تمہیں جو کچھ یاد ہو یا تمہارے پاس جتنا حصہ لکھا ہوا ہو۔اس پر میری حدیث کو پیش کردیا کرو۔ بلکہ اعرضوا عَلَی القرآن القرآن پر پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اورالقرآن کے دو کے سوا تیسرے معنی نہیں ہیں۔اوّلین معنی مکمل یا سارا پورا قرآن ہیں۔دوسرے معنی وہ مخصوص قرآنی حصہ ہیں جو رسولؐ سمیت متعلقہ مسئلہ یا حدیث کی پوزیشن بیان کرے۔اوراب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نہ اُس وقت نہ رسولؐ کے زمانہ میں کسی اور وقت لوگوں کے پاس پورا قرآن جمع شدہ موجود نہ تھا۔تو یہ بتانا اورقرآن پر عملاً پیش کرنا نہ تو ممکن تھا۔نہ اُس پر عمل ہوسکتا تھا۔نہ صحابہ کے ادوار میں اس پر عمل ہوا۔حالانکہ پورا قرآن ،بقول مسلمانوں کے موجود تھا۔پھر رسوؐل نے یہ ناقابلِ عمل طریقہ کیوں بتایا؟ کچھ محدثین نے گھبرا کر یہ کہہ دیا کہ یہ حدیث ہی غلط ہے۔یعنی رسوؐل نے ایسا نہیں فرمایا۔لوگوں نے خود ہی رسولؐ کی طرف سے یہ طریقہ گھڑا اورحدیث کہہ کر پیش کردیا۔مگر یہ حدیث (اعراضوا

علی القران) فریقین کی مستند کتابوں میں موجود اور مقبول ہے۔لہٰذا بلکہ بلا شک و شبہ رسولؐ کی حدیث ہے ۔اور ہر گز القرآن پر حدیث کو پیش کرنا ناممکن نہ تھا۔ ورنہ رسولؐ ہر گز یہ طریقہ نہ بتاتے ۔ان کا بتانا اس کا ثبوت ہے کہ القران موجود تھا۔اور علما ہی نہیں بلکہ عوام اور جاہل لوگ بھی اس طریقہ پر عمل کر سکتے تھے ۔اور کرتے تھے۔ ایک اور سوال ہے۔ اگر یہ سارا اور پورا مکمل قرآن موجود ہوتا یا جیسا کہ آج موجود ہے۔تو کیا اس وقت تک کسی حدیث کا قرآن کے موافق یا مخالف ہونا معلوم کیا جاسکتا ہے۔ جب تک مکمل قرآن کا علم حاصل نہ ہو؟ یعنی پہلے سے جسے پورے قرآن کا علم حاصل نہیں وہ ہر گز یہ فیصلہ نہیں کرسکتا کہ فلاں بات قرآن کے موافق ہے یا مخالف ہے اور جو شخص قرآن مجید کا واقعی عالم ہوگا یقیناً لازم ہے کہ ہر اس چیز کا عالم ہو جس کی موجودگی کا قرآن نے دعویٰ کیا ہے۔المختصر یہ کہ حدیث کا قرآن کے موافق یا مخالف ہونا وہ شخص معلوم کرسکتا ہے جو کائنات کی ہر ہر شے کی تفصیلات پر ماسٹری رکھتا ہے۔ بتایئے ایسا عالم صحابہ میں آج تک کوئی ہوا ہے؟ لہٰذا ایسے شخص کا وجود رسولؐ کے زمانہ میں بھی اور ہر زمانہ میں بھی لازم ہے جو القرآن ہو جو ہر بات قرآن سے بیان کر سکے جو ہر حدیث پر فیصلہ سنا سکے اور اُمت جانتی ہے، مجتہد مانے یا نہ مانے کہ قرآن یہی ہے جو آپ کے پاس ہے اور القرآن میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ پوری تعلیم کو بول کر سب کو بتا سکتا ہے۔اور ایسے ہی شخص کو قرآنِ ناطقؑ کہا گیا ہے۔لہٰذا مومنین ہمیشہ ہر زمانہ میں ہر بات القرآن یعنی صاحبؑ قرآن اور شریکؑ القران اور قرآن ناطقؑ سے معلوم کرتے رہے ہیں اور آج وہی ذریعہؑ موجود ہے، زندہؑ ہے۔ والسلام

السید محمد احسن زیدی